بسم اللہ الرحمن الرحیم

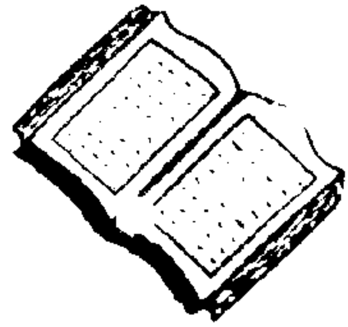

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

فون ٦٩٢

الفرقان

خصوصی

"مذاہبِ عالم پر نظر"

جولائی ١٩٧٦ء

مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری

یاایها العلماء یستفتیکم امام الزمان علیه السلام

کتب حضرة مؤسس الجماعة الاحمدیة فی کتابه "الاستفتاء مانصه:-

"وخلاصة الکلام ان الله انزل لهـذا العبـد کل آیة ونصره بکل نصرة، و جمع فیه کل ما هو من علامات الصادقین، و امارات المرسلین. و ادبه فاحسن تادیبه بمکارم الاخلاق و توفیق الصالحات و وضعه تحت سنته التی جرت لجمیع الانبیاء فمن صال علیه فقد صال علی جمیعهم و علی کل من جاء من حضرة الکبریاء ثم مع ذالك وهب له الله و ثوقـاً بعصمته لـدی الاهوال، و استقامـة و تثبتا فی جمیع الاحوال، و نصره عنـد مکرالماکرین - و دفع عنه شراهل الشر وضر اهل الضر و کر اهل الکر و رزقه الفرج بعدالشدة - و الظل بعد الحر ففکروا یا معشرالمتقین هل یجوز العقل ان ینعم الرب القدس بهذه الانعامات ویؤید بهذه التائیدات رجلاً یعلم انه من المفترین وهل یوجد فیه نص او قول رب العالمین وهل تجدون نظیره فی العالمین. وهل یجزم العقل باجتماع هـذه الامور کلها فی کذاب یتقول علی الله فی الصباح و المساء ولا یتوب من افترائه یترك الحیاء ثم یمهله الله ستاً وعشرین سنة و یظهره علی غیبه و ینصره من کل جهة وفی کل مباهلة علی الاعداء؟ کلا بل هی کلمة لایومن قائلها باحکم الحاکمین - الا ان لعنة الله علی قوم یفترون علی الله - وعلی الذین یکذبون رسل الله وقد رأوا آیات صدقهم ثم کفروا بما رأوا وهم یعلمون"

(الاستفتاء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ الفرقان ربوہ

ٹیلیفون نمبر ۶۹۲

جلد ۲۶ * شمارہ ۷

وفا ۱۳۵۵ ہجری شمسی

جولائی سنہ ۱۹۷۶ء

رجب المرجب ۱۳۹۶ ہجری قمری

مدیر مسئول

ابوالعطاء جالندھری

اعزازی ارکان

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ـــ ربوہ
مولانا دوست محمد صاحب شاہد ـــ ربوہ
خان بشیر احمد خان صاحب رفیق ـــ لندن
مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے جاپان

سالانہ بدل اشتراک

پاکستان ـــ دس روپے
بیرون ممالک ہوائی ڈاک ـــ اسی روپے
" بحری ڈاک ـــ چالیس "
قیمت فی پرچہ ـــ ایک روپیہ

الفہرست

● قرآن مجید کی [illegible] ترتیب نزول کی / "قرآن پاک کی جملہ آیات کی تحریر بھی ابتدا ہی"	ایڈیٹر	صفحہ ۲
● حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قرآن شریف کی نسبت ایک آسمانی انکشاف	محترم جناب مولانا دوست محمد صاحب شاہد	" ۷
● ہمارا خدا رب العالمین ہے	محترم جناب شیخ عبدالقادر صاحب لاہور	" ۹
● حاصل مطالعہ	جناب ملک محمود احمد صاحب عشرت گوجرانوالہ	" ۱۲
● گورو نانک جی اسلامی مبلغ ہیں	محترم جناب گیانی عباد اللہ صاحب	" ۱۵
● ظہور امام مہدی کے لئے [illegible] مقدر ہے	جناب خان عیسیٰ جان صاحب ٹورنٹو کینیڈا	" ۲۴
● شذرات	ایڈیٹر	" ۲۸
● صداقت قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	جناب میجر منظور احمد صاحب ساہیوال	" ۳۳
● قانون کی پابندی اور صاحب اقتدار کی اطاعت پر احمدی [illegible]	حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کا خطبہ جمعہ	" ۴۶

پبلشر: ـــ ابوالعطاء جالندھری پرنٹر: ـــ سید عبدالحی
مطبع: ـــ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: ـــ دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ

اداریہ

قرآنِ عظیم کے ترجمہ کی نازک ترین ذمہ داری

"قرآنِ پاک کی چند آیات کے ترجمہ میں بے احتیاطی"

(نوائے وقت)

قرآنِ مجید کامل شریعت اور واضح ترین کتاب الٰہی ہے۔ بایں ہمہ یہ ایک مختصر مجموعہ ہے جو تمام انسانی ضروریات پر حاوی ہے اور اس میں انسانوں کے لئے قیامت تک کے لئے راہنمائی موجود ہے۔ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ عربی زبان کو دیگر زبانوں میں خاص جامعیت حاصل ہے اسے ام الالسنہ ہونے کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ قرآن مجید فصیح و بلیغ ترین عربی میں نازل ہوا ہے۔

پرانے زمانوں میں قرآن مجید کی جامعیت اور اس کی زبان کی انتہائی فصاحت و بلاغت کے باعث بہت سے بزرگ علماء کا خیال تھا کہ قرآنِ مجید کا دوسری کسی زبان میں لفظی ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ تفسیر ہو سکتی ہے۔ عجمی زبانیں اس سے سراسر عاجز ہیں کہ قرآن مجید کے عربی الفاظ کا لفظی ترجمہ ان زبانوں میں کیا جا سکے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ خیال اپنے اندر وزن رکھتا ہے لیکن اس خیال کی وجہ سے قرآن مجید کا ترجمہ کرنا ترک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ قرآنِ پاک عالمگیر کتاب ہے۔ سب قوموں اور ساری انسانی نسلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی آخری شریعت ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اس پاک کتاب کو سب لوگوں تک پہنچائیں اور اس شریعت حقہ کو دنیا کے کونے کونے میں رائج کریں اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ ان قوموں کی زبانوں میں قرآنِ مجید کا ترجمہ اور تفسیر شائع کی جائے۔ اس لئے ترجمہ بھی ضروری ہے۔ جہاں عجمی زبان کا ایک لفظ قرآنی لفظ کے مفہوم کو ادا نہ کرتا ہو وہاں متعدد الفاظ یا جملوں سے مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔

ترجمہ کے متعلق یہ تصریح ہر صورت میں لازمی ہے کہ یہ انسانوں کا کیا ہوا ترجمہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا کلام قرآنِ مجید کے عربی الفاظ میں ہی محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ کسی عالم کے ترجمہ پر قطعی اور آخری انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ انحصار صرف کلام الٰہی پر

ہوگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا مشکل اور انتہائی ذمہ داری کا کام ہے عربی زبان کی عام کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لئے مترجم میں عربی زبان کے ملکہ کے علاوہ اس زبان کی مہارت کا ہونا بھی ضروری ہے جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ قرآن پاک کے ترجمہ کے لئے زبان کی مہارت کے علاوہ تقویٰ و پاکیزگی بھی شرط ہے جس کی طرف آیت کریمہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۝ (الواقعہ ع) میں اشارہ موجود ہے۔ بہرحال ترجمہ قرآن کریم کرنے کے لئے بے انتہا احتیاط کی ضرورت ہے۔

مقام افسوس ہے کہ احتیاط کی اس ضرورت کو اس زمانہ کے بہت سے اکابر علماء نے بھی نظر انداز کر رکھا ہے اور انہوں نے قرآن پاک کے ایسے ایسے ترجمے شائع کر دیئے ہیں جو بہتوں کے لئے ٹھوکر کا موجب بن رہے ہیں اس طرح وہ اجر و ثواب حاصل کرنے کے بجائے اپنے آپ کو قابل مواخذہ بنا رہے ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳؍مئی ۱۹۷۶ء میں محترم کیپٹن شفیق خان صاحب کا ایک مختصر مضمون زیر عنوان "قرآن پاک کی چند آیات کے ترجمہ میں بے احتیاطی" شائع ہوا ہے اس مضمون کی افادیت کے ماتحت اسے درج ذیل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں:

"قرآن پاک جہاں ایک جامع و مکمل ضابطہ حیات ہے وہاں اس میں فصاحت و بلاغت کے تمام اسلوب اور اخلاق کے تمام پہلوؤں کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ حضورؐ نے اس کی تعلیم فرمائی اور ایسے انسانوں کی ایک جماعت پیدا کر دی جو لاریب ہر لحاظ سے بے مثل و بے مثال تھی لیکن ہمارے بعض جید اور فاضل علماء نے جب اس کا اردو میں ترجمہ کیا تو بعض الفاظ کے اردو ترجمہ کے طور پر جو لفظ لائے ہیں وہ بوجوہ طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔ ہر چند یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ان واجب الاحترام حضرات نے خدا اور رسولؐ کی شان میں کہیں بے ادبی کی ہے تاہم بعض مقامات پر ترجمہ میں اردو کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ ہمارے نزدیک محلِ نظر ہیں ذیل میں چند آیات کا ترجمہ نمونے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) سورۃ النساء پارہ ۵ - رکوع ۱۸ - کی ایک آیت کا ترجمہ مولانا محمد عبدالحق دہلوی اس طرح فرماتے ہیں۔ "اے نبی منافق اپنے نزدیک خدا کو فریب دیتے ہیں حالانکہ وہ انہی کو دغا دے۔"

مولانا محمود الحسن کے الفاظ یہ ہیں:۔ "البتہ منافق دغا کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا۔"

اور مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی ان الفاظ میں ترجمہ کرتے ہیں "بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔"

انگریزی قرآن شائع کردہ حبیب ٹرسٹ کراچی کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "بے شک منافقین کوشش کرتے ہیں اللہ کو دھوکا دینے کی اور وہ ان کا دھوکا ان کو ہی لوٹا دے گا۔"

ان تراجم کے تقابلی جائزہ سے کسی حد تک جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی کا اور کافی حد تک انگریزی ترجمہ تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔ دیگر مترجمین حضرات نے باوجود اپنے علم و فضل کے اللہ تعالیٰ سے لفظ دھوکا یا دغا منسوب

کیا ہے۔ لفظ خدع کے لغوی معنی بیشک دھوکا، فریب اور دغا کے ہیں مگر آیت کے سیاق و سباق اور اللہ تعالیٰ کی شان کا تقاضا ہے کہ اس لفظ کا ترجمہ نہایت احتیاط سے کیا جائے۔ جس طرح انگریزی کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا فریب یا دھوکہ ان کو لوٹا دیتا ہے یعنی منافقین اپنے فریب سے آپ نقصان اٹھاتے ہیں۔ راقم کے نزدیک مناسب اور موزوں ترجمہ یوں ہونا چاہئے —— بیشک منافقین اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ ان کی دغا سے نپٹے گا (دھوکا نہیں کھائے گا)

اس ترجمہ میں لفظ خادع بھی اپنے ظاہری معنوں میں قائم رہتا ہے اور دغا یا فریب جیسا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب بھی نہیں ہوتا۔

(۲) سورۃ محمد پارہ ۲۶، رکوع ۲ کی ایک آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

مولانا محمود الحسن: "اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے بھی"

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: "(اے نبی) اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے"

مولانا اشرف علی تھانوی: "اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے"

احمد رضا خان بریلوی: "اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ اس آیت میں لفظ ذنبک وارد ہوا ہے جس کے لغوی معنی گناہ، خطا، قصور اور کوتاہی کے ہیں مترجمین حضرات نے اس کے یہی معنی تحریر کئے ہیں البتہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے لفظ ذنبک کو خاصوں اور عام مسلمانوں سے منسوب کر دیا ہے۔ اس کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ لفظ ذنبک میں ک ضمیر واحد حاضر ہے مطلب صاف ہے کہ تمہارے یا آپ کے ذنب یعنی بھول چوک اور عام مسلمانوں کے گناہ۔ جناب بریلوی نے لفظ خاصوں تحریر کر کے ترجمہ میں ایک قسم کا اشکال پیدا کر دیا ہے۔ حضور کے اعلیٰ رتبہ نبوت اور عصمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے راقم کے فہم کے مطابق ترجمہ یوں ہونا چاہیئے۔

اے محبوب آپ اپنی بھول چوک کی اور اپنی امت کے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ اس ترجمہ میں لفظ ذنب کا مفہوم بھی ادا ہو گیا اور گناہ یا خطا جیسے الفاظ بھی حضور کی شان میں استعمال نہیں ہوئے۔ بھول چوک تقاضائے بشریت ہے جو ہر شخص سے سرزد ہو سکتی ہے مگر گناہ، خطا، قصور احکام الٰہی کی قصداً یا بار بار دانستہ خلاف ورزی کرنے سے سرزد ہوتے ہیں کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور نہ کسی نے کی چہ جائیکہ حضورؐ۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ عربی الفاظ کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے اردو کے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا جائے جو حضورؐ کی شان کے شایان ہوں اور بے ادبی کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ عربی الفاظ کے کئی کئی معنی ہیں بلکہ کبھی کسی لفظ کے معنی بالکل مختلف اور ایک دوسرے کی ضد ہیں قرآن پاک میں وارد لفظ خمر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ خمر کے معنی سورہ البقرہ اور سورہ المائدہ میں نشہ آور شراب کے لئے گئے ہیں اور اس کے استعمال کو گناہ کبیرہ اور شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے مگر یہی لفظ خمر سورۂ محمدؐ میں لذیذ اور خالص شربت کے معنوں میں بیان ہوا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ خَمْرٍ لَّذَّةٍ ۔ اس سے ثابت ہوا کہ عربی الفاظ کے مختلف معنوں میں مناسب لفظ کا انتخاب ہو سکتا ہے تو پھر ہم گناہ یا خطا کے لفظ کو کیوں نہ کسی اچھے لفظ سے بدل سکیں۔

(۳) سورۃ الفتح پارہ ۲۶ رکوع ۹ کی ایک آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی۔ "بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔"

مولانا محمود الحسن " ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔"

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی " اے نبی ہم نے تجھ کو کھلی فتح عطا کی تاکہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی ہر کوتاہی کو درگذر فرمائے۔"

مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ " بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔"

اس میں سوائے مولانا احمد رضا خان کے دیگر تمام مترجمین نے حضورؐ سے لفظ گناہ، خطا یا کوتاہی کو منسوب کیا ہے جو آپ کی شان میں بے ادبی ہے۔

اس آیت إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ ... الخ۔ کا ترجمہ کسی حد تک مولانا احمد رضا خان نے محتاط قسم کا کیا ہے۔ مگر موصوف نے لفظ تمہارے سبب اور تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کو استعمال کر کے مفہوم بالکل بدل دیا ہے۔ غالباً لفظ اگلوں سے مراد حضورؐ کے اجداد اور پچھلوں سے مراد حضورؐ کے اہلبیت ہیں۔ آیت میں کوئی عربی لفظ ایسا نہیں ہے جس کے معنی سبب کے کئے جائیں۔ لفظ ذَنْبِكَ صاف ہے کہ ک کی ضمیر حضورؐ سے متعلق ہے اور اس کے معنی تمہارے یا آپ کے ہو سکتے ہیں گو لفظ گناہ کی بجائے۔ تمہاری بھول چوک کہنا چاہئیے۔ لفظ کوتاہی بھی مناسب نہیں۔ ما تقدم۔ ما تاخر سے حضورؐ کی پہلی زندگی اور نبوت کے بعد کی زندگی مراد ہے۔ اس آیت میں فتح سے فتح مکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فتح پر حضورؐ کو ایک طرح سے مبارکباد دے رہا ہے اور حضورؐ کی سب اگلی پچھلی

بھول یں یا بے خیالیاں معاف کرنے کا وعدہ فرما رہا ہے۔ بھول چوک ہر انسان سے سرزد ہو سکتی ہے اور یہی اس آیت میں مذکور ہے۔ میرے ناقص فہم کے مطابق اس آیت کا ترجمہ یوں ہونا چاہیئے۔
"بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح دی تاکہ نظر انداز کرے اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی اور پچھلی بھول یں۔"
اگر بھول چوک میں کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو اوامر و نواہی کے خلاف ہو تو اس کو گناہ۔ خطا یا کوتاہی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ گناہ میں قصد اور ارادہ کو دخل ہوتا ہے جو نبی کی ذات سے متوقع نہیں ہو سکتا۔
یہ چند مثالیں پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ترجمہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا اور حضورؐ کا احترام لازمی ہے بعض الفاظ کے آخر سکتی کئی معنی بھی تو ہوتے ہیں۔"

(نوائے وقت ۔ ۱۳ مئی ۷۶ء)

ہمارے نزدیک فاضل مضمون نگار نے اپنے خلوص اور محبت قرآن کریم کے ماتحت اپنے جس درد کا اظہار کیا ہے وہ قابل شکریہ ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔ انہوں نے اپنی معلومات کی حد تک پیش کردہ آیات کے ترجمۂ علماء پر جو مختصر تبصرہ فرمایا ہے وہ بھی قابل قدر ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں ان کے ذہن میں نہیں ہیں۔ سورۃ النساء کے لفظ "وَهُوَ خَادِعُهُمْ" کے سلسلہ میں وہ بڑی آسانی سے لکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو ان کے دھوکہ و فریب کی سزا دینے والا ہے کیونکہ عربی زبان کا عام استعمال ہے کہ جرم کی سزا کے لئے وہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے ؎

"أَلَا لَا يَجْهَلَنْ أَحَدٌ عَلَيْنَا   فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَ"

کہ کوئی ہم پر زیادتی نہ کرے ورنہ ہم اس کی سخت سزا دیں گے۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا"
دوسری جگہ فرمایا۔ "مَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ"
دیکھئے برائی کے بدلہ پر سَيِّئَةٌ کا لفظ اور اعتداء کی سزا پر بھی لفظ اعتداء کا اطلاق فرمایا ہے۔ پس "هُوَ خَادِعُهُمْ" کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ منافقین کو ان کے خدع اور فریب کی سزا دینے والا ہے۔
فاضل مضمون نگار نے سورۃ محمدؐ اور سورۃ الفتح میں وارد لفظ ذنب کا ترجمہ انسانی بھول چوک تجویز کیا ہے جو لغت کی رو سے ثابت اور مناسب ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ذنب کی اضافت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اضافت الی المفعول بھی ہو سکتی ہے یعنی وہ قصور اور گناہ جو دشمن تیری طرف منسوب کرتے آئے ہیں یا آئندہ کریں گے۔ ہم نے وہ سب فتح مکہ سے ڈھانپ دیئے ہیں اور فتح مکہ کے ذریعہ سے دشمن کے منہ بند کر دیئے ہیں۔ قریش کہتے تھے کہ اگر یہ نبی سچا ہوتا تو مکہ سے کیوں نکالا جاتا؟ مکہ سے اس کا نکالا جانا۔ اس کو جھوٹا اور مجرم ثابت کرتا ہے۔ بعد میں آنیوالے معاندین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگانے والے تھے کہ آپ نے جبر و تشدد سے اپنے دین کو پھیلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ فتح مکہ کے ذریعہ قریش کو بھی جواب مل گیا اور اس فتح کی بنیاد یعنی صلح حدیبیہ کا معاہدہ اور پھر اس فتح کے موقعہ پر حضور کا رویہ اور کھلا اعلان۔ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء ان معاندین کا منہ کرنے کے لئے کافی ہے جو کہتے ہیں کہ حضورؐ نے جبر و اکراہ سے اسلام کو پھیلایا تھا۔

آیت زیر نظر پر ذرہ بھی تدبر کیا جائے تو اس جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ، قصور اور خطا کا مفہوم لینا سراسر غلط ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کے بعد حضورؐ کی گناہ گاری کے ذکر کا کیا موقعہ ہے کیا گناہ کا نتیجہ ہوتا ہے کہ فتح مبین دی جاتی ہے؟

بالآخر ہم محترم کیپٹن شفیق خان صاحب کی کوشش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے اس عزم کا اعلان کرتے ہیں کہ خدمتِ قرآن کے طور پر ہم مختلف تراجم کے موازنہ کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ واللّٰہ الموفق والمعین!

○

حضرت مہدی موعود علیہ السلام پر
قرآن شریف کی نسبت ایک آسمانی انکشاف

محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد

جنابِ الٰہی کی طرف سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر قرآن شریف کے علوم و معارف اور حقائق و دقائق کی نسبت عہد حاضر میں جو بے شمار الہامی انکشافات ہوئے ان میں سے ایک عظیم الشان انکشاف یہ تھا کہ قرآن مجید کے جس مقام کو بھی عیسائیوں، آریہ سماجیوں یا دوسرے اہل مذاہب نے اعتراضات کا نشانہ بنانے کی ناپاک کوشش کی ہے وہیں لازوال صداقتوں اور عدیم المثال معارف کا خزانہ مخفی ہے اس انقلاب انگیز نکتہ نے قرآن شریف کے دفاع میں لڑی جانے والی قلمی جنگ کا رُخ ہی بدل کر رکھ دیا ہے اور اسلام اور قرآن کے عشاق کو ایک نئی زندگی اور نیا ولولہ عطا کیا ہے

بدالیقین ہے کہ ہر وہ مسلمان جو اپنے دل میں اسلام، قرآن مجید اور سید المعصومین خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سچی غیرت و حمیت پاتا اور سینہ بریاں اور چشم گریاں رکھتا ہے، اس دقیقۂ معرفت کو اپنے دل میں جگہ دیگا۔

کیونکہ اسلام اور قرآن کی عالمگیر حکومت کے قیام کا اس سے گہرا تعلق ہے۔

اس سلسلہ میں بطور نمونہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا ایک اہم اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے ؎

یہ تصور اپنے چاند سے مکھڑوں کا گر نہ ہو نور
ایسا چمکا ہے کہ سد [illegible] نکلا

حضرت مہدی موعود علیہ السلام قرآنی قسموں کے لطیف فلسفے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس وقت جو کچھ کسی سے ممکن ہو وہ اسلام کی تائید کے لئے کرے اور اس قلمی جنگ میں اپنی وفاداری دکھائے جبکہ خود عادل گورنمنٹ نے ہم کو منع نہیں کیا ہے کہ ہم اپنے مذہب کی تائید اور غیر قوموں کے اعتراضوں کی تردید میں کتابیں شائع کریں بلکہ پریس، ڈاک خانے اور اشاعت کے دوسرے ذریعوں سے مدد دی ہے تو ایسے وقت میں خاموش رہنا سخت گناہ ہے۔ ہاں ضرورت ہے اس امر کی کہ **جو بات پیش کی جاوے وہ معقول ہو۔ اس کی غرض دل آزاری نہ ہو۔ جو اسلام کے لئے سینہ بریان اور چشم گریاں نہیں رکھتا** وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے۔ اس کو سوچنا چاہیئے کہ جس قدر خیالات اپنی کامیابی کے آتے ہیں۔ اور جتنی تدابیر اپنی دنیوی اغراض کے لئے کرتا ہے۔ اسی سوزش اور جلن اور درد دل کے ساتھ کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک ذات پر حملے ہو رہے ہیں۔ میں ان کے اندفاع کی ہی سعی کروں اور اگر کچھ اور نہیں ہو سکتا تو کم از کم پرسوز دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کروں۔"

"غرض ایک تو پادری ہیں جو کھلے طور پر اسلام کے خلاف کتابیں لکھتے اور شائع کرتے ہیں۔ دوسرے انگریزی طرز تعلیم اور کتابوں میں بھی پوشیدہ طور پر زہریلا مادہ رکھا ہوا ہے۔ فلسفی اپنے طرز پر اور مؤرخ اپنے رنگ میں واقعات کو بری صورت میں پیش کر کے اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس وقت دو ہی قسم کے حملے ہوتے ہیں۔ ایک پادریوں کے اور دوسرے فلسفیوں کے۔ پس اس وقت اپنے اسلام کو ٹٹولنا چاہیئے۔۔۔ **قرآن شریف کی قسموں پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے۔ بڑے غور اور فکر کے بعد یہ راز ہم پر کھلا ہے کہ قرآن شریف کے جس جس مقام پر کوتہ اندیشوں نے اعتراض کئے ہیں اسی مقام پر اعلیٰ درجہ کی صداقتوں اور معارف کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ جس پر ان کو اس وجہ سے اطلاع نہیں ملی کہ وہ حق کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور قرآن شریف کو محض اس لئے پڑھتے ہیں کہ اس پر نکتہ چینی اور اعتراض کریں۔"**

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۱ ص ۲۱۸ تا ص ۲۲۰)

ہمارا خدا ربّ العالمین ہے

محترم جناب عبد القادر صاحب محقق مسیحیت (لاہور)

(۱)

تبلیغی کمیٹی سیالکوٹ کے ماسٹر برکت اے خاں نے چند پمفلٹ مجھے ارسال کئے ہیں۔ "اصلی انجیل" اور "یحرّفون الکلمہ" دو ٹریکٹ تو انہوں نے غالباً الفرقان کا مضمون "کتابِ مقدس میں ردّ و بدل — ایک چیلنج" کے جواب میں بھجوائے ہیں۔ الفرقان کے مضامین ماسٹر صاحب کے پیشِ نظر رہتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ تبصرہ بھی فرماتے ہیں۔ ہمارا چیلنج اپنی جگہ قائم ہے اگر وہ قبول فرمائیں، مذکورہ مضمون کا جواب لکھیں تو ہم اس دلچسپ علمی بحث کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ ان کے پمفلٹ کا جواب ہمارے مضمون میں موجود ہے۔ بہرکیف ماسٹر برکت اے خاں صاحب کوشش گو تحفہ کے لئے ہماری طرف سے شکریہ قبول فرمائیں۔ ان کے رسائل پر مختصر تبصرہ پیشِ خدمت ہے۔ پہلے رسالہ کا نام ہے۔

"خدا محبت ہے"

قرآن حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ربّ العالمین ہے۔ اسی نے ہر قوم میں ہادی، مصلح اور رسول بھیجے ہیں۔ "خدا محبت ہے" لیکن اس کی محبت بنی اسرائیل تک محدود نہیں اس کی رحمت کا دائرہ ہر چیز پر حاوی ہے ہر قوم ہدایت اور رحمت سے نوازی گئی۔ ہر پیغمبر کا ماننا ضروری ہے

- یہودی مُلّا کی نبی تک صرف عہدِ عتیق کے نبیوں کو مانتے ہیں۔
- نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک صرف بائیبل کے رسولوں کو تسلیم کرتے ہیں
- اسلام ہم کو دعوت دیتا ہے کہ ہدایت عالمگیر ہے سارے ادیانِ مذاہب کو مانو وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ کیونکہ ہر قوم میں رسول آئے ہیں

بائیبل میں حضرت ایوب علیہ السلام کی کتاب شامل ہے۔ وہ مسلمہ طور پر ایک غیر اسرائیلی نبی ہیں۔ وہ شمالی حجاز کے رہنے والے تھے۔ گویا دراصل بنی اسرائیل کو تعلیم یہ دی گئی تھی کہ ہر قوم میں نبی آئے ہیں لیکن وہ اسے بھول گئے آج سے چودہ سو سال پہلے حجاز کے جنوب میں ایک عظیم الشان پیغمبر سیّد ولد آدم (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوا ہے

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

خدائے ربّ العالمین نے اسے "رحمۃ للعالمین" بنایا۔ اس نے

اس بھولی بسری تعلیم کو زندہ کیا کہ خدا کی محبت' اس کی محبت کا دروازہ ہر قوم کے لئے کھولا گیا۔ کوئی بھی ایسی قوم نہیں جس میں نذیر نہ آیا ہو۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ ہر قوم میں رسول و ہادی آئے ہیں۔ ان کو بسروچشم قبول کرو۔ گویا خدا کی محبت اور رحمت عالمگیر ہے۔

"خدا محبت ہے" لیکن "بنی اسرائیل کے باہر ہدایت اور رحمت کو نہ دیکھو" ——— اس دائرہ کے باہر قدم بھی نہ رکھا۔ اس نے یہ تعلیم نہیں دی بلکہ یہ بتایا کہ خدائے ودود کی محبت اور اس کی خوشبو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ ماسٹر برکت اے خان ہمیں "محدود محبت" کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ قرآن انہیں خدائے ودود کی شفقت یعنی عالمگیر محبت کا سبق دیتا ہے۔ کاش وہ اس دعوت کو قبول کریں۔ اور محدود دعوتِ محبت کو عالمگیر بنا دیں۔ دنیا میں ایک ظاہری یو۔ این۔ او (UNO) ہے جہاں قوموں کے نمائندے بیٹھتے ہیں۔ اور ایک روحانی مجلس۔ جس میں ہر قوم کے پیغمبر نے درسِ توحید دیا۔ روحانی مجلسِ اقوام کا تصور قرآن حکیم نے پیش کیا ہے۔ سارے

پیشوایانِ مذاہب

کو ماننے بغیر ایک عالمگیر، صلح کل۔ روحانی برادری کا قیام عمل میں نہیں آسکتا۔ مذاہب نے اپنے اپنے پیغمبروں کو مانا۔ کمیونزم نے ہر پیغمبر کو رد کیا۔ یہاں تک کہ کنفیوشس کو بھی چین میں سرکاری طور پر رد کر دیا گیا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ انسان ایک دوسرے کے قریب آئیں تو وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کے ماٹو پر عمل کرنا ہوگا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ ؏

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک

(۲)

باقی یہ کہنا کہ خدا اس لئے محبت ہے کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا۔ وہ مجسم ہو کر دنیا میں آیا مقصد یہ تھا کہ اپنے اکلوتے کو، جو کہ بے دوش تھا دنیا کے گناہوں کی سزا میں مار کر کفارہ دے دیا جائے۔ جیسا کہ پولوس رسول کے الفاظ ہیں :۔

"مسیح نے ہمارے بدلے میں ملعون ہو کر
ہمیں شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ
(توراۃ میں) لکھا ہے کہ "جو دار پر
لٹکایا گیا وہ ملعون ہے"

(غلاطیوں ۳/۱۳)

تو اس میں محبت والی ہمیں کوئی بات نظر نہیں آتی۔ لعنت کا طوق اپنے اکلوتے کے گلے میں ڈالنا کوئی محبت والی بات تو نہیں۔ ہاں وہ ابتدائی عیسائی خدا کو محبت کہنے کے حقدار ہیں جو یہ مانتے تھے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت جوش میں آئی اور انہیں معجزانہ طور پر لعنتی موت سے بچا لیا۔ مصر کے سلسلۂ روحانی کے عیسائی جو باطنی کہلائے۔ قرونِ اولیٰ میں یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کا لٹریچر مصر کے آثارِ قدیمہ سے نکلا ہے۔ انجیلِ فلپ بھی منکشف ہوئی ہے۔ اس میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ :۔

"وہ لوگ غلطی خوردہ ہیں جو یہ مانتے
ہیں کہ ہمارے آقا صلیب پر مر گئے اور
پھر زندہ ہو گئے۔"

اب بتایئے کہ "خدا محبت ہے" کا مالوگس کو زیب دیتا ہے؟

(۳)

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہماری دنیا، کائنات میں سوئی کے نکتے کے برابر بھی نہیں یہاں تو خدا مجسم ہو کر آیا اس طرح اس نے نجات دینے کے لئے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ باقی لاکھوں۔ کروڑوں، آسمانی کروں میں ایسا کیوں نہیں ہوا؟

خدا لگتی کہیئے کہ اگر خدا مجسم ہو کر دنیا میں آ جائے اور آتے ہی اعلان کر دے کہ

"میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں
کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"

تو کیا اسے آپ محبت عالمگیر اور رحمت عامہ کا نام دیں گے؟ کیا دوسرے کروں کی مخلوق کو خدا کی محبت کی ضرورت نہیں؟ یہ سوال علماء مغرب نے دیٹی کن بھیجا ہے اور پاپائے روم نے اس کا ادھورا سا جواب دیا ہے کہ وہ لوگ "شاید گناہ سے مبرا ہیں" اس لئے دوسرے کروں میں اکلوتا بیٹا مصلوب نہیں ہوا۔ اب بتلایئے یہ بھی بھلا کوئی جواب ہے۔ خدا کی محبت کا مظاہرہ اگر اس کے تجسم میں ہے تو اس کرہ کو تو اکلوتا بیٹا بخش دیا۔ باقی کروں کو کیوں نہیں بخشا۔ ظاہر ہے کہ اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب ابھی تک نہیں بن پڑا۔ ریمنڈ ڈریک نے اپنی کتاب

(SPACEMEN IN THE NEAR EAST
By:- W. Ramond Drake) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

قرآن حکیم نے ہمیں بتایا ہے کہ جیسے سب قوموں میں نبی آئے ہیں۔ اسی طرح سب کروں میں خدا کی ہدایت نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے ساری کائنات کی ربوبیت کرتا ہے۔ یہ مانتا کہ:-

- صرف ایک کرے میں وہ مجسم ہو کر آیا۔
- اس کرے کی صرف ایک قوم کو اس نے ہدایت اور نبوت کیلئے مخصوص کیا۔
- اسی قوم کے ایک گوشہ یعنی نسل داؤد سے خدا کے اکلوتے بیٹے نے جنم لیا۔

محبت خدا کو محدود سے محدود تر کرنے کے مترادف ہے
بتایئے خدائے ودود کی محدود محبت کو ہم نے بے کر کیا کرنا ہے۔ آیئے عالمگیر ہدایت اور رحمت کی طرف۔ جو کہ انبیاء نے پیش کی اور قرآن میں پایۂ تکمیل پہنچی سے

نور فرقان ہے جو سب نوروں سے اَجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا ،
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
(درثمین ۔ کلام امام مہدیؑ)

O

بعض وجوہ کی بنا پر بعض خریداروں کا خریداری نمبر تبدیل کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایسے خریدار اپنا نیا خریداری نمبر نوٹ کر لیں اور دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نئے خریداری نمبر کا حوالہ فرمایا کریں۔

دفتر

حاصل مطالعہ

از جناب ملک محمود احمد صاحب عشرت گوجرانوالہ

(۱) دجّال کا گدھا

"بات کی خوشبو" کے عنوان سے کتاب "دھنک پر قدم" کے ابتدائیہ میں درج ہے کہ:—

"یہ جیٹ کا زمانہ ہے۔ آواز سے تیز رفتار جہازوں میں لوگ سفر کرتے ہیں اور ہر سیاح کا اگلا قدم دنیا سے باہر پڑنے والا ہوتا ہے۔ زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں۔ دجّال کے گدھے کے کان مشرق سے مغرب تک ہیں۔ دُنیائیں قریب آگئی ہیں۔ یہ شاید قربِ قیامت ہے"

(سفرنامہ "دھنک پر قدم" ابتدائیہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زمانے کے بارے میں جو پیشگوئیاں ہیں ان کی ایک سچی تصویر مندرجہ بالا اقتباس میں کھینچی گئی ہے۔ "دجّال کے گدھے کے کان" کے الفاظ کو ظاہری معنوں پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ دجّال ظاہر ہو گیا اور اس کا گدھا بھی نظر آ گیا لیکن یہ مسیح کہاں ہے جس نے دجّال کو قتل کرنا تھا؟

(۲) وحشی اقوام میں آسمانی دیوتا کے بارے میں پیشگوئی

"دھنک پر قدم" کی مصنفہ ایک دور دراز علاقے یعنی "جزائر ہوائی" کی سیر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اس ریاست (ہوائی) کو دریافت مشہور سیاح کیپٹن کک نے ۱۷۷۸ء میں کی تھی۔ یعنی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی ولادت سے تقریباً ساٹھ سال قبل۔ اس وقت ہوائی کے **وحشی قبائل** میں یہ پیشگوئی گشت کر رہی تھی کہ **ایک آسمانی دیوتا کے ظہور کے دن قریب** آ رہے ہیں۔ چنانچہ مصنفہ لکھتی ہیں کہ:—

"یہ کپتان (کک۔ ناقل) اپنی ملکہ الزبتھ کا پرچم لے کر .... جب جزائر ہوائی پہنچا تو دو ہزار لوگ کمر بہر ملاتا سرداروں کو سلام کیا۔ اسی اثناء میں ہوائی کے تمام لوگوں میں پیشین گوئی ہو چکی تھی کہ آکاش سے ایک دیوتا آنیوالا

ہے۔ یہ بھلے مانس "کیپٹن کُک" کو دلوتا سمجھ بیٹھے اور کئی ہفتے اس کی اور اس کے جہازرانوں کی خوب آؤ بھگت کی۔ ان کی کشتیاں میٹھے پانی، پھل اور صندل جیسی قیمتی پیداوار سے بھر دیں۔" (ص۸)

(۳) یاجوج ماجوج کون ہیں؟

"(ہانگ کانگ۔ ناقل) مشرقِ بعید میں برطانوی سامراج کا آخری علمبردار ہے۔ کب تک اس پرچم کو لہرائے گا۔ اس کا جواب صرف موجودہ کرۂ ارض کے دو یاجوج ماجوج۔ روس اور امریکہ دے سکتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں کم سے کم اگلے دس سال تک ممالک کی قسمتوں کی باگ ڈور ہے۔"

(دھنک پر قدم۔ ص۵)

(۴) احمدیہ مسلمان اور اسمیہ مسلمان

"سان فرانسسکو" کے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

".........امریکنوں نے بھی اسلام کے نام پر ایک نیا سوانگ رچایا (ہے) ایک طبقے کا کہنا ہے کہ کیونکہ ہم سیاہ ہیں۔ ہمارا اسلام بھی سیاہ ہے اور خدا بھی سیاہ ہے۔ یہ ہیں بلیک مُسلم (Black Muslim) ویسے تو امریکہ میں دو اور قسم کے مسلمان بھی ہیں۔ ایک احمدیہ دوسرے کلمیہ یا اسمیہ۔ یہ (احمدی۔ ناقل) غلط سلط جو بھی ہو اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اور صرف ان میں ایثار اور تبلیغ پائی جاتی ہے۔ انہی کی جماعت اچھی طرح منظم ہے سان فرانسسکو میں سب سے بڑی اور اکلوتی مسجد انہوں نے بنوائی ہے۔ دوسرے محض کلمے یا نام کے مسلمان ہیں۔ ان کا شجرۂ نسب کبھی یورپ یا ایشیا سے نکالو تو جا کر کہیں اوپر پہنچتا ہے۔ ان میں حسبِ معمول عموماً پنجابی ہیں اور باقی پٹھان، جنہوں نے پنجابیوں کا دیکھا دیکھی وطن سے باہر روزی کی تلاش کی۔" (ص۴۲)

اس کے بعد ان "اسمیہ یا کلمیہ" مسلمانوں کے رہن سہن کے بارہ میں مصنفہ نے تفصیلی جائزہ لیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ:۔

"ان مسلمانوں کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوتا اگر یہاں احمدی اور عرب مبلغ نہ پہنچتے۔ ان کی تنظیم کے صدقے آج .... سان فرانسسکو میں ایک مسجد ہے اور خیبر بازی......" (دھنک پر قدم ص۴۳)

(۵) مسلمان کون ہے؟

"ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے (سرسید کے خلاف) فتویٰ کفر مولانا محمد قاسم نانوتوی کے سامنے پیش کیا کہ وہ اس پر دستخط کریں۔ مولانا نے ان لوگوں سے کہا۔ بھائی میں پہلے تحقیقات کر لوں کہ آیا کافر ہیں بھی یا نہیں۔ چنانچہ مولانا نے سرسید کو تین سوالات لکھ بھیجے۔

(۱) خدا پر آپ کا عقیدہ کیا ہے؟
(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے؟
(۳) قیامت کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

سرسید نے اس کے جواب میں لکھا:۔

(۱) خدا تعالیٰ مالک ازلی و صانع تمام کائنات ہے
(۲) بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
(۳) قیامت برحق ہے۔

جب یہ جواب مولانا محمد قاسم کے پاس پہونچا تو انھوں نے ان لوگوں سے جو فتویٰ پر دستخط کروانے کے لئے آئے تھے فرمایا۔ "تم اس شخص کے خلاف دستخط کروانا چاہتے ہو جو پکا مسلمان ہے"

(عقیدہ جہاد آزادی اور مولانا اشرف علی تھانوی مصنفہ پروفیسر سعید احمد ص ۹)

(۶) جہاد کے لئے مرکز اور امام لازمی ہے

"اس کے بعد (مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے) مجھ سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کو قتال کی اجازت ہجرت کے بعد ہوئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ قتال کی اس قدر ضرورت تھی مگر جب تک ہجرت نہ ہوئی اس وقت تک اجازت نہ ملی۔ احقر نے عرض کیا کہ مسلمانوں کے پاس ہتھیار اور سامان نہ تھا۔ ارشاد فرمایا۔ "ابھی ہتھیار تو خود مقابل سے لئے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کا مکہ میں کوئی مرکز نہیں تھا اور جہاد کے لئے مرکز ضروری ہے۔ ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو مدینہ میں مرکز حاصل ہو گیا تب اس کی اجازت ہوئی۔ اب اس وقت بھی مسلمانوں کے لئے دشوار یہ ہے کہ ان کا کوئی مرکز نہیں لہذا سخت ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز قائم ہو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ان کے اندر کوئی امیر المومنین ہو جو تین صفات رکھتے ہو ایک تو دین۔ دوسرے سیاست۔ تیسرے اس کے اندر ہمت ہو۔"

(عقیدہ جہاد آزادی اور مولانا اشرف علی تھانوی ص ۱۴۰)

گورونانک جی اسلامی ممالک میں

محترم گیانی عباد اللہ صاحب

گورونانک جی کا اسلامی ممالک میں جانا اور وہاں علمائے کرام سے تبادلہ خیالات کرنا ایک ایسی حقیقت ہے جو سکھ مصنفین اور مؤرخین کو بھی مسلّم ہے مشہور سکھ ودوان گیانی شیر سنگھ جی آنجہانی نے تو اس سلسلہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ:۔

"سری گورونانک جی اپنی عمر کا بہت سا حصہ اسلامی ممالک میں ہی رہے"[1]

سکھ کتب سے واضح ہے کہ گورونانک جی نے فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ایک سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا تھا اور وہاں علماء کرام سے دینی مسائل پر گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ چنانچہ سوڈھی مہربان جی۔ جو گورو رام داس جی کے پوتے اور گورو ارجن جی کے بھتیجے اور متبنیٰ تھے بیان کرتے ہیں:۔

"بابا نانک بارہ مہینے مکہ میں رہے"[2]

اور بھی متعدد سکھ کتب میں گورو جی کا مکہ معظمہ میں ایک سال تک ٹھہرنا بیان کیا گیا ہے۔[3] سکھ تاریخ شاہد ہے کہ گورو جی نے یہ وقت یونہی نہیں گزارا تھا بلکہ اس عرصہ میں کلام اللہ کی تلاوت کرتے رہے[4] اور روزے رکھے[5]۔ اور وقتاً فوقتاً وضو کر کے اذانیں بھی دیتے رہے۔ اور نیک اور خدا رسیدہ لوگوں کی طرح یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ سوڈھی مہربان جی کے بقول گورو جی کو مکہ معظمہ میں اسی ریاضت اور عبادت کے دوران اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی ہوئی تھی اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف بھی

---

[1] گورو گرنتھ کے پنتھ ص ۲
[2] جنم ساکھی گورونانک دیو جی ص ۲۵۳

[3] جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۲۴۳، جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۹۲۔ سکھی تے سکھ اتہاس ص ۴۱، گورونانک سوریو دے جنم ساکھی ص ۲۲۸۔ پنتھ پرکاش نواس ص ۵۔ اور نانک پرکاش پوربارودھ ادھیائے ص ۵۹
[4] جنم ساکھی بھائی بالا اردو ص ۱۲۹
[5] جنم ساکھی گورونانک دیو جی۔ مصنفہ سوڈھی مہربان ص ۲۵۴ اور جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۹۲

حاصل ہوا تھا[۱]۔ نیز گورو جی علمائے اسلام کے طریق پر وہاں کے لوگوں سے دینی مسائل کے بارہ میں تبادلہ خیالات میں بھی مصروف رہے تھے۔ جیسا کہ مرقوم ہے :-

"در مکہ معظمہ تشریف شریف آوردند
زیارت آں مکان لطف نشان و
انواع انواع انبساط و اصناف اصناف
نشاط و گونا گوں فرحت و آلاف آلاف
مسرت حاصل ساختند۔ با ساکنان
آنجا مباحثہ و مناظرہ درباب معرفت
وحدانیت بدلائل و براہین ایں متصلہ
موافق قانون اہل شیرع عالیہ علمایان
بظہور آمدند"[۲]

یعنی۔ گورو نانک جی مکہ معظمہ تشریف لے
گئے۔ وہاں جا کر آپ نے اس مقدس
مقام کی زیارت کی جو اللہ تعالیٰ کے
فضل کا نشان ہے۔ وہاں جا کر آپ نے
مختلف قسم کی خوشیاں اور قسم قسم کے
سرور۔ ورنگا رنگ کی فرحتیں اور ہزارہا
مسرتیں حاصل کیں اور علمائے اسلام
کے طریق پر دقیق دلائل اور مشکل براہین
کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا۔

سکھ دو دوان تسلیم کرتے ہیں کہ عرب ممالک اور خاص کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گورو جی نے عربی زبان میں گفتگو کی تھی۔ انھوں نے اس سلسلہ میں ٹوٹی پھوٹی اور غلط سلط عربی لکھنے کی بھی کوشش کی ہے[۳]۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ گورو جی دوران گفتگو اپنے خیالات کی صداقت میں دلیل کے طور پر قرآن شریف کی آیات پیش کر کے ان سے استدلال کیا کرتے تھے[۴]۔ ان کا طریق یہ تھا کہ وہ بحث کے وقت اسلام کی پیش کردہ صداقتوں کو ہی مسلمانوں کے سامنے رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:-

"گورو جی کا طریقہ تعلیم ایسا تھا۔ کہ
مسلمان کو سمجھاتے وہ پکے مسلمان
معلوم ہوتے تھے"[۵]

اور بھی بعض ودوانوں نے یہی بیان کیا ہے[۶]
اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان رقم طراز ہیں:-
"گورو جی نے کسی بھی مسلمان کو اسلام
ترک کرنے کی اپیل نہیں کی۔ بلکہ اسلام
پر کاربند ہونے کی تلقین کی ہے"[۷]
اور کسی بھی مسلمان سے یہ نہیں کہا کہ ان پر ایمان لایا جائے

---

[۱] جنم ساکھی گورو نانک دیو جی مصنفہ سوڈھی مہربان ص ۲۵۳
[۲] عمدۃ التواریخ دفتر اول ص ۱۲

[۳] اخبار رنجیت پٹیالہ نرنکاری نمبر ۲۴ نومبر ۱۹۵۰ء
واخبار اکالی جودھا پٹیالہ نرنکاری نمبر " " "
[۴] سچی گوروہ ۱۸۱ دیپی کھرج حصہ سوم ص ۹۷
[۵] مختصر و مکمل تاریخ گورو خالصہ اردو ص ۹۷
[۶] جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۵
[۷] اکالی پترکا جالندھر ۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

بلکہ یہی کہا کہ مسلمان مسلمان ہی رہے۔[1] لالہ گھنیا لال جی کا
بیان ہے :۔

"مسلمان اس (یعنی گورونانک جی) کو
جانتے تھے کہ اقوال اس کے مطابق آیات
قرآن و حدیث تحریر کیے ہیں"[2]

کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہو کر گورو جی کا بغداد
شریف جانا اور وہاں قیام کر کے روحانیت کا سبق سیکھنا
بھی سکھ ودوانوں نے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مشہور
سکھ پرچارک بھائی گورداس جی نے لکھا ہے :۔

بابا گیا بغداد نوں باہر جائے کیا استھانا
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مردانا[3]

ایک سکھ ودوان پروفیسر پریتم سنگھ جی کا بیان
ہے کہ :۔

"مکہ مدینہ سے ہوتے ہوئے پھر گورو جی
بغداد گئے۔ انہوں نے شہر سے باہر ڈیرہ
لگا دیا۔ شہر کے قاضی اور پیر آ کر گورو
صاحب سے بحث مباحثہ کرنے لگے"[4]

ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی فرماتے ہیں :۔
"گورونانک جی مکہ (معظمہ) گئے......
مکہ سے گورو صاحب مدینہ (منورہ) گئے

بھائی گورداس اور بھائی منی سنگھ جی بھی
اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مدینہ میں کچھ وہاں
کے پیروں اور صاحبوں سے گورو جی کی
بہت فلسفیانہ بحثیں ہوئیں۔ جن کی
تفصیل مکہ کی گوشٹ میں دی گئی ہے"[5]

ایک اور مقام پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے :۔
"مکہ مدینہ گورونانک صاحب صرف
زیارت کرنے گئے تھے کسی پیدائشی ہندو

گورو جی کی اس فلسفیانہ بحث کو سکھوں کیا دو بڑے
مصنفین نے جس مضحکہ خیز انداز میں بیان کیا ہے۔ اس سے
متعلق ایک سکھ ودوان رقمطراز ہیں :۔

"گوشٹیں ہر جگہ...... مصنفین کی اپنی قابلیت
اور اہلیت کو واضح کر رہی ہیں...... جہاں ایک طرف
ہوں گورونانک جی قدرت کا سروپ اور دوسری
طرف ہوں اسلام کے چوٹی کے علماء پیر اور بڑے
بڑے امام اور ان میں ہو بحث، اس گفتگو کے بہت
بلند پایہ اور معیاری ہونے کی ہم امید کرتے ہیں۔ نہ
یہ کہ کسی گاؤں کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے ملاں چراغ
الدین اور دھرمسالے کے بھائی بدھ سنگھ کے درمیان
گفتگو ہو رہی ہو۔ نہ سوال کسی کام کے اور نہ جواب"
(رسالہ پنجابی ساہت (اپریل ۱۹۶۱ء)

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے :۔
"جنم ساکھیاں اور مصنفین کی تحریریں بھی (باقی اگلے صفحہ)

---

[1] گورمت پرکاش۔ مئی ۱۹۶۱ء
[2] تاریخ پنجاب، ایڈیشن اول صفحہ ۱۱
[3] واراں بھائی گورداس۔ وار پہلی پوڑی ۳۵
[4] گورونانک وچارا دھیین صفحہ ۲۳
[5] جیون چرتر گورونانک دیو جی صفحہ ۲۰۶

کو نہیں لے گئے تھے۔" [1]

اور بھی متعدد سکھ کتب سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ گورو جی اسلامی ممالک کے سفر میں صرف بھائی مردانہ جی کو ہی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ بھائی بالا کا وجود خود زیر بحث ہے۔ اگر سکھ دانشور اسے ایک فرضی وجود تسلیم کرتے ہیں۔ اگر بھائی بالا تھا بھی تو وہ بہر حال اس سفر میں گورو جی کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ [2]

ایک اور سکھ ودوان سردار ہرچرن سنگھ نرمان ایم اے نے لکھا ہے کہ:۔

"ان (گورو نانک جی) کا مرشد بغداد کا
ایک مسلمان پیر تھا جس کے پاس وہ چھ
سال بغداد میں رہ کر روحانیت کا سبق
سیکھتے رہے۔" [3]

ایک اور سکھ اخبار نے شائع کیا ہے:۔

بقیہ حاشیہ: ان ہی کرامتوں کے تذکرے گورو جی کی عظمت ظاہر نہیں کرتے بلکہ ادنیٰ مصنفین کے ادنیٰ تصوّرات کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔"

(رسالہ پریت لڑی۔ اگست ۱۹۲۸ء)

[1] جیون چرتر گورو نانک دیو صفحہ ۳۲۳۔

[2] تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۶۳ [illegible] جنم ساکھی [illegible] جنم ساکھی بھائی بالا کی [illegible] لیرام ۵۳۔ رسالہ پنجابی [illegible] ۱۹۴۷ء

[3] روزنامہ اکالی پترکا۔ جالندھر۔

(ٹرنکاری نمبر ۱۹۶۷ء)

"ایک صاحب نوجوان سردار ہرچرن
سنگھ نرمان ایم اے ہیں۔ آپ ایک کتاب
لکھ رہے ہیں۔ جس میں ان کے بقول
گورو نانک جی کا مرشد یعنی گورو بغداد کا
ایک مسلمان پیر تھا۔ جس کی خدمت میں
آپ چھ سال بغداد رہ کر روحانیت کا
سبق سیکھتے رہے۔" [4]

یہ ناممکن نہیں کہ گورو نانک جی نے اس چھ سات سال کے عرصہ میں عربی زبان میں اتنی مہارت حاصل کر لی ہو کہ عربی نظمیں آسانی سے لکھ پڑھ سکتے ہوں۔ سکھ تاریخ سے واضح ہے کہ گورو جی نے اپنے بچپن کے زمانہ میں مسلمان علماء قطب الدین اور سید حسن صاحب سے عربی زبان اور دینی علوم پڑھے تھے۔ اس بارہ میں ڈاکٹر ترلوچن سنگھ نے خود بھی سیر المتاخرین کے حوالہ سے لکھا ہے:۔

"نانک جی نے سید حسن [illegible] سے
صوفی درویش سے فارسی اور عربی پڑھی
اور اسلام کی مذہبی کتب کا علم
بھی حاصل کیا۔" [5]

ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی کو اعتراف ہے کہ گورو جی مکہ مدینہ سفر اختیار کرتے وقت عربی کیا اچھے خاصے عالم بن چکے تھے جیسا کہ ان کا بیان ہے:۔

[illegible]

---

[4] روزنامہ اجیت جالندھر۔ نرنکاری نمبر ۱۹۶۷ء

[5] جیون چرتر گورو نانک دیو جی صفحہ ۱۴

والے نیلے کپڑے پہنے۔ ہاتھ میں عصا لیا۔ بغل میں کتاب لی ...... عربی فارسی زبانوں اور مسلمانوں کی روایات سے گورو صاحب اچھے واقف تھے۔ وہ بہت ہی اچھے موحد اور صوفی درویش معلوم ہوتے تھے ۱

پس یہ بعید نہیں کہ گورو جی نے عربوں میں رہ کر عربی زبان میں مزید مہارت حاصل کی ہو اور عربی میں نظمیں بیان کی ہوں۔ ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی نے گورو جی کی ایک عربی نظم جو آپ کے اس ارشاد کے شائع کی ہے:-

"حِيْنَمَا دَخَلْتُ مَرْقَدَ الشَّيْخِ
بَهْلُوْل دَانَا عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ
الْعَبَّاسِيّ وَ اَقَمْتُ فِي التَّكِيَّةِ
الْعَبَّاسِيَّةِ الْوَاقِعَةِ فِي مَحَلَّةِ
الْخَيْزُرَانِ بَعْدَ اِيَابِي مِنْ
مَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ وَذَالِكَ
فِي ۱۵ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ ۹۱۷ سَنَةَ
هِجْرِيَّةٍ وَ اَقَمْتُ بِهَا اِلَى
رَجَبِ الْمُبَارَكِ ثُمَّ سَافَرْتُ
مِنْهَا وَ مَعِيَ الصَّدِيْقُ الْحَمِيْمُ
رُكْن دِيْن اِلَى جِهَةِ هِنْدُسْتَان" ۲

یعنی یہ اشعار میں نے اس وقت کہے جب میں شیخ بہلول دانا علیہ الرحمۃ العباسی کے مزار پر آیا اور تکیہ عباسیہ میں جو محلہ خیزران میں واقع ہے وہاں میں نے اپنی مکہ مکرمہ سے واپسی پر قیام کیا۔ اور میری واپسی ۱۵ ربیع الاول ۹۱۷ھ ہجری کو ہوئی تھی اور میں یہاں رجب المبارک تک ٹھہرا تھا پھر میں نے اپنے ولی دوست رکن دین کی معیت میں ہندوستان طرف سفر اختیار کیا۔ ۳

جن اشعار کا گورو نانک جی نے ذکر کیا ہے وہ ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی نے اپنی کتاب "جیون چرتر گورو نانک دیو جی" میں فوٹو بلاک کی شکل میں یوں درج کئے ہیں:-

"تَرَوَّيْتُ فِي كُلِّ الْبِلَادِ فَقِيْرًا
وَسَوَّيْتُ فِي اَقْصَى الْبِلَادِ كَثِيْرًا
وَاَتَيْتُ بَغْدَادَ اللّٰهِ لُقْبَةً كَيْ اَرَى
بَهْلُوْلَ دَانَا اِذْ اِلَيْهِ اُشِيْرًا
فَاَتَاكَ الْيَوْمَ فِيْكَ مَشُوْقٌ
يَرْجُوْ الْمَحَبَّةَ مِنْكَ وَالتَّقْصِيْرًا" ۴

---

۱ جیون چرتر گورو نانک دیو جی صفحہ ۲۴۲
۲ جیون چرتر گورو نانک دیو جی صفحہ ۶۵ و ۱۶۶ کے درمیان پلیٹ نمبر ۱۳ ۱۴

۳ ایک سکھ ینگ نے اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے:-
"گورو جی وہاں (یعنی بغداد میں) چار مہینے کے قریب ربیع الاول سے رجب تک اپنے مسلمان محبوں کے پاس ٹھہرے"
(خالصہ ایڈووکیٹ امرتسر ۳ ستمبر/ اکتوبر ۱۹۳۳ء)
۴ جیون چرتر گورو نانک دیو جی صفحہ ۳۰۴، ۳۰۵ کے درمیان پلیٹ نمبر ۱۸

یعنی مجھے ایک درویش تصور کرکے تمام ممالک میں جہاں بھی میں گیا۔ مجھ سے محبت کی گئی اور میں نے بعد ازاں مکہ کے بعد سفر کئے ——— میں اللہ تعالیٰ کی مقدس بستی بغداد شریف میں آیا تاکہ میں بہلول دانا کی زیارت کرسکوں۔ جب کہ ایک غیبی آواز کی طرف سے ایسا اشارہ ہوا کہ اے بہلول دانا آج نانک انتہائی عقیدت کے ساتھ تیری خدمت میں حاضر ہوا ہے وہ تجھ سے عفو اور درگذر کا طلبگار ہے۔

اس تعلق میں ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی نے گورو نانک جی کا یہ عربی کلام بھی پیش کیا ہے :—

"لِلّٰهِ قَوْمٌ فِی السِّیَاحَةِ فُتِنَا
کَانُوْا ذَوِی الْاٰءِ اَنَّهٗ لَا تَجْتَنِی
وَطُغَاةُ هِنْدُسْتَانَ یَدْعُوْنِی لَهُمْ
شُکْرًا اِلٰهَ الْعَرْشِ اِنِّی مُؤْمِنًا
وَمُکَوِّنُ الْاَکْوَانِ نَقَذَ نَانَکَ
مِنْ حِزْبِ ذِی الشَّیْطَانِ طَهَّرَ قَلْبَنَا
اِذْ یَجْعَلُوْنَ مَعَ الْاِلٰهِ مُشَارِکًا
حَاشَا شَرِیْکٌ اَنْ یَّکُوْنَ لِرَبِّنَا"

یعنی اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا حامی ہوتا ہے جو سیر و سیاحت کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے گلاب کی مانند ہے جیسے توڑا نہ گیا ہو ——— ہندوستان کے سرکش لوگ مجھے اپنے فائدہ کے لئے بلا رہے ہیں۔ خدائے ذوالعرش کا شکر ہے کہ میں مومن ہوں (کافر نہیں ہوں) کائنات کے خالق اور مالک نے نانک کو شیطانی گروہ سے نجات دیدی ہے۔ اور ہمارے دل کو پاکیزہ بنا دیا ہے ——— جبکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ دوسروں کو بھی شریک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات ہرگز ہرگز (درست) نہیں ہو سکتی کہ ہمارے رب کے ساتھ کوئی شریک ہو۔

ڈاکٹر ترلوچن سنگھ کے بقول گورو نانک جی نے بغداد سے واپسی پر بھی عربی میں کچھ کلام بیان کیا تھا۔ جس کی ایک ایک سطر سے ہی نہیں بلکہ ایک ایک لفظ سے گورو جی کے دل کی وہ عقیدت اور محبت واضح ہو رہی ہے جو ان کے پاک دل میں اس مقدس شہر سے متعلق کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی چنانچہ گورو جی نے فرمایا ہے :—

"اَوَّاهُ بَغْدَادَ وَیَا دَارَ السَّلَامِ لَهَا
اَلْبُعْدُ تَبْتَنِی عَنِّی کَمَرًّا عَلَی النَّظَرِ
[illegible] اِذَا حَسِبْتَ
لَوْ اَنَّ [illegible] فِی الْخَطَرِ
لَوْ کَانَ وَصْلَکَ بِهِنْدُسْتَانَ اَجْمَعُهَا

یہ سکھ کتب سے واضح ہے کہ گورو جی نے مکہ معظمہ کا سفر مدینہ منورہ [illegible] کی تکمیل میں کیا تھا (ملاحظہ ہو بالا [illegible] تاریخی ورق ۹۵۔ [illegible] بھائی بالا [illegible] ۱۳۹ جنم ساکھی بھائی بالا اردو [illegible])

[1] حیات گورو نانک جی [illegible] ۱۳۴ [illegible] ۱۳۵ کے درمیان پیش [illegible] XI

هَانَتْ عَلَيَّ دُمُوْعٌ لِلْعَيْنِ كَالْبَصَرِ
دَعِ الرِّوَايَاتِ وَالْأَخْبَارَ قَاطِبَةً
فَإِنَّ لَيْسَ عِيَانُ الشَّيْءِ كَالْخَبَرِ ۱؎

یعنی۔ ہائے بغداد تجھ کو کیا کہنا! اے دارالسلام
جو میری نظروں کے سامنے ایک آئینہ کی مانند
ہے تو نے مجھے اپنے سے کیوں دور کر دیا ہے
اے میرے پیارے بہلول۔ جب تو مجھے یاد
آتا ہے تو میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے
ہیں اور دل دھڑکنے لگ جاتا ہے ———
اے بہلول۔ کاش تمہاری ملاقات ضرور ساں
ہیں ہو کسی جگہ ہو جاتی۔ تو مجھ پہ بیزاری
کی گھڑی آسان ہو جاتی۔ تم اور کون ہے
جو اندھے کو روحانی بینائی عطا کر سکے
اے نانک! اب ان تمام قصوں اور کہانیوں
کو چھوڑ دو۔ کیونکہ مشاہدہ کی ہوئی چیز سنی
سنائی چیز کے برابر نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ سوڈھی مہربان کے حوالہ سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ گورو نانک جی کو مکہ معظمہ میں ریاضت اور عبادت کے دوران اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو گئی تھی اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف بھی حاصل ہو گیا تھا۔ اس مشاہدہ کے بعد وہ کسی سنی سنائی بات پر کیونکر کان دھر سکتے تھے۔

گورو جی نے اپنی اس عربی نظم میں بغداد سے متعلق جس عقیدت کا اظہار کیا ہے اس کا کسی غیر مسلم سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایک مومن مسلمان کے دل کی آواز ہی کہی جا سکتی ہے۔ آپ نے بغداد شریف کو دارالسلام کہا ہے تاریخ شاہد ہے کہ یہ بغداد شریف کا قدیمی نام ہے جس طرح سکھوں میں امرتسر کو "گورو کی نگری" بھی کہنے کا رواج رہا ہے۔ اسی طرح مسلمان بغداد شریف کو دارالسلام بھی کہتے رہے ہیں جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"بغداد ..... هي عاصمة
الخلافة العباسية بناها
المنصور وتسمى ايضاً الزوراء
وبغداد ودار السلام" ۲؎

اس سے ظاہر ہے کہ بغداد عباسیہ حکومت کا دارالسلطنت تھا اور اسے منصور نے بنایا تھا اس کا ایک نام دارالسلام بھی ہے۔

ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی نے یہ عربی نظمیں پیش کرتے ہوئے ایک احتیاط بھی برتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:۔

"یہ ہیں گورو نانک کے اپنے شبد
جو بغداد کے کسی مسلمان نے جس نے
گورو بابا کے الفاظ خود سنے یا اپنے
بزرگ سے سنے اور مسلمانی ڈھنگ
سے بیان کر دیئے ....." ۳؎

ہم اس سلسلہ میں صرف اسی قدر عرض کر دینا

۱؎ جیون چرتر گورو نانک دیو جی صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ کے درمیانی پلیٹ نمبر ۱۵

۲؎ دائرۃ المعارف جلد ۲ صفحہ ۲۷۲

۳؎ جیون چرتر گورو نانک دیو جی صفحہ ۵۳۸

مناسب خیال کرتے ہیں کہ یہ عربی نظمیں گورونانک جی کی اپنی بیان کردہ تسلیم کی جائیں۔ یا یہ مانا جائے کہ کسی اور مسلمان عربی شاعر نے گورونانک جی کے خیالات اور نظریات اپنے الفاظ میں نظم بند کئے ہیں۔ دونوں صورتوں میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ ان کے لفظ لفظ میں گورونانک جی کی پاکیزہ روح بول رہی ہے اور یہ واضح ہو رہا ہے کہ گورونانک جی ایک مومن مسلمان تھے اور اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ ان میں گورونانک جی کے جذبات مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کئے گئے ہیں کہ:۔

وَطَفَاتُ هِنْدُسْتَانَ يَدْعُوْنِيْ لَهُمْ
شُكْرًا لِإِلٰهِ الْعَرْشِ إِنِّيْ مُؤْمِنًا

... ...

إِذْ يَجْعَلُوْنَ مَعَ الْإِلٰهِ مُشَارِكًا
حَاشَا شَرِيْكٌ أَنْ يَكُوْنَ لِرَبِّنَا

گورونانک جی کا اسلامی توحید اپنانا اور رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا خاص پیغمبر تسلیم کرنا ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی کو بھی مسلّم ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"گورونانک دیو جی نے مسلمانان دے
اک خدا دے وشواش نوں تسلیم کیتا
ہے[1] (حضرت) محمد صاحب (صلی اللہ
علیہ وسلم) نوں گورونانک ربّ دے

اک سربشٹ پیغمبر مندے سن"[2]

توحید ذاتِ باری تعالیٰ اور رسالتِ محمدیؐ پر ایمان ہی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہی بات کلمہ طیبہ میں بیان کی گئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورونانک جی سے متعلق فرمایا ہے:۔

"میری رائے باوا صاحب کی نسبت
یہ ہے کہ بغیر کسی شک و شبہ کے وہ
سچے مسلمان تھے اور کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر
ایمان رکھتے تھے اور ....
مان کر نئی زندگی پا چکے تھے"[3]

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے بغداد کے مسلمانوں سے متعلق بیان کیا ہے:۔

"اگرچہ راست گو حجاج کی زبانی معلوم
ہوا ہے کہ یہاں (بغداد میں) ایک مکان
بھی بنا ہوا ہے جس کو نانک پیر کے نام
سے پکارتے ہیں اور وہاں عموماً لوگ ان
کو مسلمان پیر خیال کرتے ہیں"[4]

گورونانک جی سے متعلق عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جس ملک میں گئے وہاں کی زبان سے واقفیت حاصل کی اور پھر ان سے ان کی اپنی زبان میں تبادلۂ خیالات کیا اور اپنے نظریات ان کے سامنے رکھے

---

[1] جیون چرتر گورونانک دیو جی صفحہ ۳۰۶

[2] : جیون چرتر گورونانک دیو جی صفحہ ۳۰۵

[3] : ست بچن صفحہ ۲۵ ۔ و تذکرہ صفحہ ۵۰۶

[4] ۔ تواریخ گورو خالصہ اردو ایڈیشن اول صفحہ ۱۲۹

چنانچہ پروفیسر کرتار سنگھ جی نے لکھا ہے:۔

"وہ جہاں بھی جاتے تھے۔ لوگوں کو اپنے
اُپدیش سناتے تھے۔ یہ وہ اپنی پنجابی زبان
میں تو نہیں کر سکتے تھے بلکہ ہر ملک کے لوگوں
کو اس ملک کی زبان میں اُپدیش دیتے تھے۔"[1]

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ نے بیان کیا ہے:۔

"گاوت شبد جہاں گور جاوت
تسی دیس کی ... کو ... ہوا کہا"[2]

یعنی۔ گورو جی جس ملک میں جاتے تھے۔ اسی
ملک کا بھیس اختیار کرتے تھے اور اسی
زبان میں اُپدیش کرتے تھے۔"[3]

ایک اور سکھ ودوان سادھو گوبند سنگھ جی نرملے رقمطراز ہیں:۔

"شہر بغداد میں بڑے بھاری باغ میں بابا
نانک کا مکان بنا ہوا ہے مسلمان فقیر
اس میں رہتے ہیں۔ گورو جی کی بانی بھی
وہاں عربی حروف میں موجود ہے۔"[4]

پس جب سکھ محققین اور مورخین یہ تسلیم کرتے
چلے آرہے ہیں کہ گورو نانک جی نے عربی زبان میں بھی اپنا کلام
بیان کیا تھا اور وہ بغداد میں ہے تو یہ بعید از قیاس ہے
کہ ڈاکٹر ترلوچن سنگھ جی نے گورو نانک جی کے جو عربی
اشعار پیش کیے ہیں وہ خود گورو نانک جی کے ہی بیان کردہ
ہوں۔ ان سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس
نظریے کی تصدیق ہوتی ہے جو حضورؑ نے گورو جی سے متعلق
اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ
عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی عَبْدِہِ
الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ!

○

نہایت ضروری اعلان

جناب مولوی نور صاحب کے رسالہ "ربوہ
سے تل ابیب تک" کا مسکت جواب جو محترم
صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے
قلم سے ماہ اپریل ۱۹۶۶ء کے شمارہ میں شائع ہوا
ہے۔ اب عمدہ کتابت سفید کاغذ پر اور بہترین
طباعت کے ساتھ کتابی سائز ($\frac{20 \times 30}{16}$) پر
شائع ہوا ہے۔ اس کی قیمت:۔

فی سینکڑہ ۔ ایک سو پچاس روپے ہے (/۱۵۰)

فی نسخہ ۔ ڈیڑھ روپیہ

صاحب استطاعت حضرات زیادہ سے زیادہ تعداد
میں تقسیم کرنے کے لئے آج ہی خرید فرمائیں۔

(مینیجر مکتبہ الفرقان ربوہ)

—★—

---

[1] جیون کتھا گورو نانک دیو جی صفحہ ۲۴۲
[2] پنتھ پرکاش بسرام ۔۹
[3] تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۳۶۹
[4] اتہاس گورو خالصہ ہندی صفحہ ۱۵۱

ظہورِ امام مہدی کے لئے اُمتِ مسلمہ منتظر رہی ہے

جنابِ خان عیسیٰ جان صاحب ٹورنٹو، کینیڈا

ظہورِ امام مہدیؑ

پچاس سال پہلے کی بات ہے جبکہ مسلمانوں کے تقریباً تمام مذہبی لیڈر ایک طرف اپنی قوم کی زبوں حالی کے باعث اور دوسری طرف قرآن مجید اور احادیث کی پیشگوئیوں کے پیشِ نظر حضرت امام مہدی کے انتظار میں بے قراری سے گھڑیاں گن رہے تھے۔ حضرت امام مہدیؑ کے ظہور کا وقت جو پیشگوئیوں میں مقرر تھا وہ پورا ہو چکا اور موعود امام کی تائید اور تصدیق کے لئے جو نشان بتائے گئے تھے وہ بھی ظاہر ہو گئے تھے مگر ہائے افسوس جب حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنے وقت پر ظاہر ہوئے تو مسلمان بجائے خوشی منانے کے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لانے کے الٹا ان سے روٹھ گئے اور نہ صرف روٹھ ہی گئے بلکہ ان کے جانی دشمن بن گئے کبھی انگریزی حکومت کو ان کے خلاف یہ کہہ کر اکساتے تھے کہ یہ شخص حکومت کا غدار اور باغی ہے اس نے بغاوت کے ارادہ سے ایک مضبوط منظم جماعت بنائی ہے اور کبھی ان پر قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر کر کے پھانسی یا عمر قید دلانے کی کوشش کرتے تھے۔ غرض کوئی دن ایسا نہ تھا جو دکھ اور تکلیف اپنے ساتھ نہ لاتا تھا۔ اور چونکہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے یہ بھی دعویٰ فرمایا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مسلمانوں کی اصلاح بلکہ دنیا کی تمام اقوام کی اصلاح کے لئے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس لئے عیسائی، ہندو، سکھ اور دوسرے سب آپ کے درپئے آزار تھے اور آپ کو اور آپ کی جماعت کو مٹانے کے متمنی تھے۔ غرض جن حالات میں آپ اس وقت گزر رہے تھے اس قدر خطرناک تھے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت آپ کے شاملِ حال نہ ہوتی تو یقیناً آپ اور آپ کی جماعت (نعوذ باللہ) کب کی مٹ چکی ہوتی اور آج آپ کا نام لینے والوں کا وجود صفحۂ ہستی کے کسی گوشہ پر نظر نہ آتا۔ آپ خود فرماتے ہیں:۔

اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

پاک دل ہے وہ تجلیوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اٹھ جائے اماں پھر تجھے ہو دین شرمسار

مسلمانوں کی حالت

جن احباب نے اس زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس وقت مسلم قوم دنیا کی نگاہ میں کس قدر ذلیل و خوار ہو چکی تھی۔ اُن کی عملی۔ علمی۔ اخلاقی اور تمدنی حالت سخت ناگفتہ بہ ہو چکی تھی۔ ہزاروں ہزار مسلمان یا تو دہریہ ہو گئے تھے اور یا پھر عیسائیت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ خود ان کے لیڈر اپنی اس زبوں حالی پر مرثیہ خواں تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبال کو اپنی قوم کی اس حالت کو دیکھ کر کہنا پڑا ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

جناب مولانا حالی مرحوم فرماتے ہیں ؎

"فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے"

مولوی عطا محمد صاحب مدیر مسئول "کلمۃ الحق" لکھتے ہیں:-

"ہمارے علماء سوء شریعت کو شریعت کے پیمانہ سے نہیں بلکہ اپنے خود ساختہ پیمانوں سے ناپنے کے عادی بن گئے ہیں۔ اسلام کی صحیح شکل اور اصل صورت کو بگاڑ کر ایک دوسری شریعت اور دوسرا اسلام بنا چکے ہیں۔"

(ملازم صفحہ ۲۸۲)

اسی طرح اہل حدیث کے لیڈر کی رائے اپنے علماء کے متعلق ملاحظہ ہو:-

"افسوس ہے ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی، رہبر، ورثۃ الانبیاء سمجھتے ہیں ان میں یہ نفسانیت، یہ شیطنت بھری ہوئی ہے تو پھر شیطان کو کس لئے بُرا بھلا کہنا چاہیئے؟"

(اہلحدیث ۱۷ نومبر ۱۹۱۱ء)

"مولوی اب طالب جیفۂ دنیا ہو گئے
وارث علم پیمبر کا پیشہ چلتا نہیں"

(اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۱۲ء)

امتِ مسلمہ کو امام مہدی کا انتظار

ان حالات کی موجودگی میں اسلام کے دردمند حضرات حضرت امام مہدیؑ کے انتظار میں دن بدن مضطرب نظر آنے لگے چنانچہ ان کی اضطرابیہ کی تھوڑی سی جھلک ملاحظہ ہو:-

جناب تمنا صاحب عمادی لکھتے ہیں:-

"اے امام زماں کہاں ہیں آپ
کچھ بتا دیجئے ٹھکانے کا
جلد آ جایئے جو آنا ہے
اب کب آئے گا وقت آنے کا
دیکھئے اک جہان ہے مشتاق

آپ کو آنکھوں پر بٹھانے کا

اخبار زمیندار لاہور ۹ مارچ ۱۹۳۵ء میں **مصلح کی آمد** کے عنوان سے ایک ایسی نظم چھپی تھی جس کا آخری شعر ملاحظہ ہو ؎

آنے والے آزمانے کی امامت کے لئے
مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کیلئے

غایۃ المقصود صفحہ ۸ میں مہدی کے انتظار میں لکھا ہے ؎

بیا ایسے امام صداقت شعار
کہ بگذشت عمر در غم انتظار

غرض زمانہ خود حضرت امام مہدیؑ کی ضرورت کو شدید طور پر محسوس کر رہا تھا اور درحقیقت وہ وقت بھی ظہور امام مہدی کا وقت تھا۔ چنانچہ اہل حدیث کے نامور فاضل محقق جناب نواب صدیق حسن خان صاحب قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں لکھتے ہیں :۔

"**ظہور مہدی کا شروع تیرھویں صدی پر ہونا چاہیئے تھا مگر یہ صدی گزر گئی، مہدی نہ آئے۔ اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔ اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ مہینے گزر چکے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل و عدل و رحم و کرم فرمائے چار چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں**۔۔۔۔۔۔۔ اگر یہی بات ٹھہری کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی مہدی ہوں گے تو بھی بیان کچھ نقصان نہیں فقط اتنی بات ہے کہ احادیث ظہور مہدی علیہ السلام کے بلا کسی وجہ وجیہ کے الغا و ساقط ہوتی ہیں۔ یہی سہی کہیں عیسیٰ علیہ السلام ہی جلد رونق بخش ہوں۔ اگر مہدی نہیں آئے تو نہ آویں۔"

(اقتراب الساعۃ، صفحہ ۲۲۴)

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب فرماتے ہیں :۔

"ممالک اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی میں نے ان کو امام مہدی کا بڑی بے تابی سے منتظر پایا۔ شیخ سنوسی کے ایک خلیفہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے تو یہاں تک کہا کہ امسال ۱۳۳۰ھ میں امام مہدی ظاہر ہوں گے۔"

(اہلحدیث۔ ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء)

پھر خواجہ صاحب موصوف اپنی کتاب شیخ سنوسی میں فرماتے ہیں :۔

"کیا عجب ہے کہ یہ وہی وقت ہو اور ۱۳۴۰ھ تک تو ظہور بالکل یقینی ہے"

(شیخ سنوسی صفحہ ۳۰)

عیسائی اور مسیحؑ کا انتظار

چونکہ انجیل نے بھی مسیح موعودؑ کی آمد کی پیشگوئی کی ہوئی ہے اس لئے عیسائی بھی اُن دنوں مسلمانوں کی طرح

مسیح موعودؑ کے ظہور کے لئے چشم براہ تھے۔ مسیحی محققین نے پہلے انجیل کے حساب سے اعلان کیا تھا کہ ۱۸۹۶ء میں مسیح کا نزول وقوع میں آئے گا۔ مگر جب یہ تاریخ گزر گئی اور ان کا مزعومہ مسیح نظر نہ آیا تو انہوں نے سابقہ تاریخ پر نظر ثانی کر کے دوبارہ اعلان کیا کہ پہلی تاریخ غلط تھی۔ اب ۱۸۹۷ء میں مسیح ضرور آئیں گے۔ مگر یہ تاریخ بھی گزر گئی اور مسیح نہ آیا۔ اس کے بعد مسٹر ڈینیل پی نے ایک کتاب "The Appointed Time" یعنی وقت موعود شائع کی جس میں انہوں نے تمام تاریخوں کو غلط قرار دے کر صحیح تاریخ ۱۸۹۸ء بتائی ہے۔ ان کی اس تحقیق سے عیسائی دنیا میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی مگر افسوس یہ تاریخ بھی گزر گئی اور ان کا مسیح نہ آیا۔ اب ان کی مایوسی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ صاف لکھنے لگے ہیں کہ مسیح کے ظہور کی آخری تاریخ بھی گزر گئی افسوس مسیح پھر بھی نہیں آئے۔ البتہ ان میں سے ایک فرقہ ایسا پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ:—

"مسیح اپنے روحانی جسم کے ساتھ آ گئے
ہوئے ہیں مگر ہماری ظاہری آنکھیں ان
کو دیکھ نہیں سکتیں۔"

بہرحال یہ عیسائی تاویل کرتے ہیں۔

پاکستانی مسلمانوں کی مایوسی

پاکستانی مسلمانوں نے مایوس ہو کر نیشنل اسمبلی میں اسی بات کا صاف اقرار کر لیا ہے کہ حضرت امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کی جتنی پیشگوئیاں قرآن مجید اور احادیث میں پائی جاتی ہیں وہ درست نہیں اور چودہ سو سال سے ہم جن کا انتظار کر رہے تھے وہ بےکار تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

ارشادِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"اگر مسلمان اس وقت مجھے قبول نہ کریں جو قرآن اور حدیث اور پہلی کتابوں کی رو سے اور تمام اہلِ کشف کی شہادت کی رو سے چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہوں تو آئندہ ان کی ایمانی حالت کے لئے سخت اندیشہ ہے کیونکہ میرے انکار سے اُن کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ جس قدر قرآن شریف سے مسیح موعود کے لئے علماء کبار نے استنباط کئے تھے وہ سب جھوٹے تھے اور جس قدر اہلِ کشف نے زمانہ مسیح موعود کے لئے خبریں دی تھیں وہ خبریں بھی سب جھوٹی تھیں اور جس قدر آسمانی اور زمینی نشان حدیث کے مطابق ظہور میں آئے جیسے رمضان میں معین تاریخوں کے مطابق خسوف کسوف ہو جانا۔ زمین پر ریل کی سواری کا جاری ہونا اور ذوالسنین ستارہ کا نکلنا۔ اور آفتاب کا تاریک ہو جانا۔ یہ سب نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ ایسے خیال کا نتیجہ آخر یہ ہوگا کہ اس پیشگوئی کو بھی ایک جھوٹی پیشگوئی قرار دیں گے اور نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دروغ گو سمجھ لیں گے۔ اور اس طرح پر ایک وقت آتا ہے کہ یک دفعہ لاکھوں آدمی دین اسلام سے مرتد ہو جائیں گے۔"

(تحفہ گولڑویہ۔ طبع اول صفحہ ۱۳۵)

شذرات[1]

۱۔ عالمِ اسلام کا ایک خلیفہ

اہلحدیثوں کے ماہنامہ محدّث لاہور نے لکھا ہے کہ:-

"تمام عالمِ اسلام کو ایک خلیفۂ واحد کے تحت منظم کیا جائے اور ان تمام مختلف ممالک کا دارالخلافہ مکہ مکرمہ کو قرار دیا جائے اور جتنے جداگانہ جغرافیائی خطے ہیں۔ ان میں سارے حکمران خود مختار سربراہوں کے بجائے مرکزی حکومت کے نمائندوں کی حیثیت سے کام کریں۔ تعددِ خلفاء کے جواز کا نظریہ ہمارے نزدیک ملتِ اسلامیہ کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کرنے کا باعث ہے بلکہ روحِ اسلام کے بھی خلاف ہے۔"

(ماہنامہ محدّث لاہور ص۔۔ بابت محرم الحرام و صفر المظفر ۱۴۰۹ھ)

الفرقان: جو صورت اس اقتباس میں پیش کی گئی ہے۔ انسانی تجربہ سے اس کا بروئے کار آنا محال ہے۔ ایسی عالمگیر خلافت صرف اللہ تعالیٰ ہی قائم کرتا ہے اسی نے وعدہ فرمایا ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ۔ لیکن یہ وعدہ ان کے لئے ہے جو اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق افراد ہیں۔ اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اہلحدیثوں کے نزدیک ابھی تک مسلمانوں کا عمل روحِ اسلام کے خلاف ہے۔

۲۔ "مسلمان غلط راستے پر چل پڑے ہیں"

مدیر المنبر لکھتے ہیں:-

"دنیا کے ۱۶۷ ملکوں میں سے اسلامی ریاستوں کی تعداد ۴۲ ہے مسلم ممالک کے پاس وسائل بھی بہت ہیں مگر اس کے باوجود مسلمان دنیا میں تبدیلی لانے میں مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم غلط راستے پر چل پڑے ہیں اور حقیقت کو چھوڑ دیا ہے۔"

(ماہنامہ المنبر لائلپور ص۔۔ مارچ ۱۹۸۹ء)

الفرقان: المنبر کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ غلط راستے سے واپس لانے اور حقیقت سے آشنا کرانے کا کیا طریق ہے؟ کیا جب خرابی عالمگیر ہو تو اس کی اصلاح کے لئے آسمانی مصلح نہیں آیا کرتے؟

۳۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی کامیابی کا باعث کیا تھا؟

مولوی محمد جعفر صاحب وفاقی وزیر حکومت پاکستان

---

[1] شذرات کے سلسلہ میں محترم شیخ عبدالقادر صاحب اسلام آباد، شیخ عبدالمجید صاحب لاہور، محترم مولوی عبداللہ صاحب کا شکریہ اور ناصر بشیر احمد صاحب منڈی بہاؤالدین ...

اپنی کتاب "احمدیہ تحریک" میں مندرجہ بالا سوال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"ہمارے علماء اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ ان کی آخری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب کی کامیابی کا باعث یہ تھا کہ ان کو انگریزی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس سوال کا درست جواب پانے کے لئے ہمیں مختلف اسباب و عوامل کو اپنے مقام پر رکھنا چاہیئے اور غلو اور عدم اعتدال کی راہ اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ اگر ہم یہ طریق اختیار کریں تو معلوم ہوگا کہ جماعت احمدیہ کی شروع زمانے کی ترقی میں انگریزی حکومت کی سرپرستی کا بہت کم دخل ہے۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں اپنے معتقدین کو ایک منظم اور مستحکم جماعت کی صورت میں تو نہ چھوڑ سکے تھے مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ اس وقت ہندوستان میں تحریک آزادی نے صحیح معنوں میں جنم بھی نہ لیا تھا۔ اور انگریزوں کو اپنی رعایا میں وفاپیشہ افراد اور جماعتوں کی خاص طور سے حاجت پیدا نہ ہوئی تھی۔ مرزا صاحب کے زمانہ میں ان کے مشہور معاندین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر مہر علی شاہ صاحب، مولوی ثناء اللہ صاحب، سر سید احمد خان وغیرہ سب انگریزوں کے ایسے وفادار تھے جیسے مرزا صاحب۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے رد میں لکھا گیا۔ اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں غلامی پر قناعت کرنے کی تلقین کی ہے۔"

(احمدیہ تحریک صفحہ ۲۲۲)

الفرقان: ہمارے معاندین کے لئے یہ اقتباس خاص طور پر توجہ کے قابل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں مخالفین کے لٹریچر میں "انگریز دوستی" کے الزام کا نہ ہونا بتاتا ہے کہ یہ محض بعد کی اختراع ہے اور سراسر بے بنیاد۔

۴۔ علامہ اقبال دین میں سند نہیں ہیں۔

اہل حدیث کے رسالہ حریت لاہور نے لکھا ہے کہ:۔

"علامہ اقبال بہت کچھ تھے لیکن سبھی کچھ نہیں تھے اس لئے اس کا تعارف پیش کرتے ہوئے زیادہ مبالغہ سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ مرحوم ملت اسلامیہ کی عظیم دولت تو ضرور ہیں لیکن دین میں وہ سند یا مفتی نہیں ہیں۔"

(ہفت روزہ حریت لاہور صفحہ ۸ ماہ محرم الحرام و صفر المظفر ۱۳۹۶ھ)

الفرقان: ان دنوں علامہ اقبال کے بارے میں جو مبالغہ بلکہ غلو ہو رہا ہے اس کے پیش نظر یہ اقتباس بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یقیناً علامہ اقبال اچھے شاعر تھے، عمدہ فلسفی تھے مگر وہ دین میں کسی طرح سے سند نہیں تھے۔ ایکاش! مبالغہ

کرنے والے اس حقیقت کو یاد رکھیں۔

۵۔ جلسہ سیرت اور آغا خان کی صدارت

ہفت روزہ الاعتصام لاہور لکھتا ہے کہ:۔

" حال ہی میں پاکستان کے مختلف
شہروں میں سیرت کانفرنس کے کئی اجلاس
ہوئے جن میں حضور نبی کریمؐ کی زندگی
و تعلیمات کا مختلف طور سے جائزہ لیا
گیا جو کہ آج کل کے پُر آشوب دور میں
مستحسن ہے لیکن یہ دیکھ کر ایک دلی
صدمہ ہوا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی بیخ کنی
کرنے میں جس شخص نے اہم رول ادا کیا
تھا۔ اسی کے ایک نائب اور موجودہ
پیشوا آغا خان نے آخری جلسہ کی صدارت
کی۔ یوں تو غیر مسلموں کا رول اسلام کے
خلاف روزِ اول سے ہی عیاں ہے لیکن
یہ بات بھی یقینی ہے کہ جتنا نقصان ان
منافقینِ اسلام سے مسلمانوں کو
پہنچا۔ اتنا غیر مسلموں سے نہیں۔"

(الاعتصام لاہور ۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

الفرقان: ہم اس اقتباس کو بلا تبصرہ شائع کرتے ہیں۔

۶۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام

روزنامہ نوائے وقت لاہور کا اقتباس ہے:۔

"ویرانۂ کائنات آباد ہوا۔ پھر نوحؑ
آئے موسیٰؑ آئے۔ عیسیٰؑ آئے یہ سب
قافلۂ عشق کے ممتاز راہی تھے مگر سالارِ
قافلہ کے منتظر۔ اُنؑ کی آمد کی خبر دینے
والے۔ اسؐ کی عظمت کے گیت گانے
والے۔ پھر وہؐ آیا جو مقصودِ کائنات
تھا۔ جس کا تصور تخلیقِ کائنات سے
پہلے خلاقِ کائنات کے ذہن میں تھا۔
جوؐ اس وقت بھی موجود تھا۔ جب آدمؑ
ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔ ہاں
وہ آیا۔ اور اپنی تمام تر زیبائیوں اور
رعنائیوں کے ساتھ آیا۔ نیابت بھی
اس پر ختم ہوئی۔ رسالت بھی اس
پر ختم ہوئی، معرفت بھی اس پر
ختم ہوئی۔ کیونکہ اس نے نیابت
رسالت۔ معرفت سب کا حق
ادا کر دیا۔"

(نوائے وقت لاہور ۸ مارچ ۱۹۷۲ء)

الفرقان: ختم معرفت، نیابت و رسالت کے معنے "حق ادا کر دینے" کے بھی اچھے معنے ہیں۔ اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند ترین مقام ظاہر ہے۔ گویا نبوت و رسالت کا کامل حق آپ ہی نے ادا فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

۷۔ خلافتِ راشدہ کے نظام کے قیام کا عزم

تحریک استقلال ضلع لائلپور کے کارکنان کی طرف سے ایک اعلان میں کہا گیا ہے کہ:۔

"ہم اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ ملک کی بقا اور سالمیت کے تحفظ کے لئے۔ ملک میں **خلافت راشدہ** کے نظام کے قیام کے لئے...... علم جہاد بلند رکھیں گے۔"

(نوائے وقت لاہور۔ ۲۶ر جون ۱۹۷۶ء)

__الفرقان__: ہم ان بھائیوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کا نظام بدون خلافتِ راشدہ قائم نہیں ہو سکتا خلافتِ راشدہ تو آسمانی نعمت ہے جو سچے مسلمانوں کو ملتی ہے کسی کے عزم سے یا علم جہاد بلند کرنے سے قائم نہیں ہو سکتی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں آپ کی صحیح رہنمائی فرمائے آمین!

۸۔ تصویر سازی اور مسلمان مملکتیں

ہفت روزہ الاعتصام لکھتا ہے کہ:۔

"تصویر کا مسئلہ ہی لے لیجئے کہ مسلمان مملکتوں میں یہ مسئلہ تقریباً ختم ہی ہو گیا ہے اور تصویر سازی میں اب کوئی قباحت نہیں سمجھی جاتی۔ پردہ سکرین، اخبارات و رسائل۔ اشتہارات اور ٹیلی ویژن پر تصویریں عام ہیں۔ حتیٰ کہ کرنسی نوٹوں اور ٹکٹوں پر بھی تصویریں عام ہوتی جارہی ہیں حالانکہ اسلام کی رُو سے یہ **تصویر سازی قطعاً حرام اور ممنوع ہے** اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص ۲۳ ر اپریل ۱۹۷۶ء)

__الفرقان__: اگر اسلام کی رو سے تصویر سازی قطعاً حرام اور ممنوع ہے اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے تو مسلمان ملکوں، ان کے سربراہوں، ان کے علماء اور مفتیوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس حرام مطلق کے کھلے بندوں مرتکب ہو رہے ہیں۔ کیا پاکستانی اہلحدیث علماء کے فوٹو شائع نہیں ہوتے؟ آخر یہ قول و عمل کا تضاد کب تک؟

۹۔ کیا یہ آیت قرآنی میں تحریف نہیں؟

ایک دوست نے مؤرخہ ۱۹۷۶ء کے روزنامہ نوائے وقت لاہور کا ذیل کا تراشہ بھیجا ہے:۔

"**جہاں سوز گرمی**

کرۂ ارض ہے کہ اک انگار

جاں بلب ہو رہا ہے ہر جاندار
یہ دعا ہے ہر ایک لب پر آج
وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار!

——— وقار انبالوی"

__الفرقان__: ہم مدیر نوائے وقت سے، جو احدیت کی اندھا دھند مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیت قرآنی کے حصہ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ میں آپ نے اور آپ کے شاعر نے عمداً اعراب یا ترتیب اور استعمال

کے لحاظ سے کیوں تعریف کرتا ہے؟ کیا اس کی وجہ سے آپ یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق نہیں بن جاتے؟

۱۰۔ کیا واقعی نوائے وقت کو دس لاکھ روپے ملے ہیں؟

ہفت روزہ الفتح کراچی لکھتا ہے:۔

"...... ستم ظریفی یہ ہے کہ نوائے وقت" اسلام پسند صحافت کی آزادی کا علمبردار ہے۔ یہ اسلام پسند صحافت کیا ہے؟ اس صحافت کا منصوبہ عام انتخابات سے پہلے کراچی میں تیار کیا گیا تھا۔ ملک کے بڑے بڑے سرمایہ داروں نے اس کے لئے سرمایہ فراہم کیا تھا۔ باقاعدہ ایک فنڈ کیسے قائم کیا گیا تھا ...... معتبر طور پر کہا جاتا ہے کہ ـــــ دس لاکھ روپے نوائے وقت کے حصے میں آئے یہ ڈھکی چھپی باتیں نہیں ہیں۔

...... نوائے وقت نے "اسلام" کو حسب معمول ڈھال تیار کیا ہے یہ ایسی ڈھال ہے جس کے پیچھے بیٹھ کر جس پر چاہتے وہ سنگباری کرتا ہے۔

- عوام کے مذہبی جذبات مشتعل کرتا ہے
- کسی کو ملحد قرار دیتا ہے۔
- کسی کو اسلام دشمن اور پاکستان دشمن بتاتا ہے۔

اسلام کے نام پر "نوائے وقت" کی یہ سیاسی بلیک میلنگ کب تک جاری رہیگی؟"

(الفتح کراچی۔ ۲۰ فروری ۱۹۷۶ء)

الفرقان: ہم صرف مندرجہ بالا اقتباس کے آخری سوالیہ فقرہ کو دہرانے پر اکتفا کرتے ہیں کہ

"اسلام کے نام پر نوائے وقت کی یہ سیاسی بلیک میلنگ کب تک جاری رہے گی؟"

۱۱۔ اکثریت کا اتفاق حق ہونے کی دلیل نہیں۔

جناب مودودی صاحب کے رسالہ ترجمان القرآن لاہور نے لکھا ہے کہ:۔

"اسلام میں نہ اکثریت کا کسی بات پر متفق ہو جانا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ نہ اکثریت کا نام سواد اعظم، نہ ہر کثیر جماعت کے حکم میں داخل ہے۔ اور نہ کسی مقام کے مولویوں کا کسی جماعت کا کسی رائے کو اختیار کر لینا اجماع ہے۔"

(ترجمان القرآن لاہور جلد سال ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۷۹)

الفرقان: ندریں صورت جماعت احمدیہ کے خلاف باتوں کا ہنوا بنا جانا کس طرح حق کی دلیل گردانا گیا ہے۔ نہ یہ سواد اعظم ہے نہ یہ اجماع ہے جب ان کا واجب الاطاعت امام ہی نہیں تو ان کو جماعت کیسے کہا جا سکتا ہے؟ ••

قسط نمبر (۲)

حفاظت قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات

مکرم و محترم جناب میجر منظور احمد صاحب ریٹائرڈ ساہیوال

قرآن کریم کو خود تصنیف کرنے کا الزام

(۲۵) رچرڈ بیل اپنی کتاب "An Introduction to the Holy Quran" میں لکھتا ہے کہ محمد رات کے پچھلے پہر اٹھ کر قرآن لکھا کرتے تھے جبکہ ذہن دن کے شور و غوغا سے صاف ہوتا تھا اور پوری یکسوئی حاصل ہوتی تھی۔ اس بات کا اشارہ وہ سورۃ مزمل سے بالخصوص آیت اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا سے کرتا ہے کہ ایسے وقت میں تصنیف و تالیف کا کام بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔

(۲۶) پہلی بات تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے نہ تھے۔ اس بات کا کبھی بھی کہیں بھی چرچا نہ ہوا کہ حضور لکھنا پڑھنا جانتے ہیں یا سیکھ گئے ہیں۔ صلح حدیبیہ میں حضور کو لفظ رَسُوْلُ اللّٰہِ کاٹنے کے لئے حضرت علیؓ سے پوچھنا پڑا تھا کہ کہاں لکھا ہے۔ پھر خود لکھنے کا ثبوت کہاں سے ملا؟ ایک آیت سے محض غلط قیاس!

(۲۷) ہر قرآن پڑھنے والا جانتا ہے کہ قرآن کریم میں متعدد بار یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ کافر، جنّ اور انسان مل کر بھی کوشش کریں کہ اس جیسا اعلیٰ تعلیمات پر مشتمل فصیح و بلیغ کلام بنا لائیں دس سورتیں ہی بنا لیں۔ ایک سورۃ ہی۔ بلکہ ایک آیت ہی بنا لیں مگر آج تک اس چیلنج پر کوئی پورا نہ اترا۔ ایک اُمّی کی زبان سے یہ کلام سن کر اس وقت کے فصحاء اور شعراء مبہوت رہ گئے۔ انھوں نے خانہ کعبہ میں لٹکے ہوئے شعری شہپارے نوچ پھینکے۔ مشہور شاعر لبید نے سورۃ بقرہ اور آل عمران سن کر شعر کہنا ہی ترک کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد چہارم) بیشتر شعراء مسلمان ہو گئے۔ مثلاً حسّان، عامر، طفیل، اسود اور عبد اللہ بن رواحہ وغیرہ۔

(۲۸) مسیلمہ کذاب نے مثل بنانے کی کوشش کی۔ ایک سورۃ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ "اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْجَمَاهِر فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَهَاجِر۔ اِنَّ مُبْغِضَكَ رَجُلٌ كَافِر" (بحوالہ تفسیر کبیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ) سورۃ کوثر کے اس چربہ میں سوائے ایک دو الفاظ کے ہیر پھیر کے اور کون سی بات ہے؟

(۲۹) موجودہ زمانے میں شیخ ایاز جیسے سندھی ادیب نے

کے وائس چانسلر ہیں دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا ایک ایک شعر قرآن کی آیات پر بھاری ہے (نوائے وقت ۵ فروری ۷۹ء) ایک نظم کا ترجمہ ملاحظہ ہو:-

"میں مجرم ہوں میں مجرم ہوں
ہاں میں نے جرم کئے ہیں بہت
تالاب کے گندے کائی جیسے پانی میں
کھلتا کنول بھی مجرم ہے
اور کوئی چکور جو اندھیارے میں
اڑتا ہے وہ مجرم ہے
یہ جرم نہیں؟ —— یہی نے پھیرے
آدم کی مٹی گوندھی ہے
میں مجرم ہوں۔"

(رسالہ پاکستانی ادب کراچی جنوری ۱۹۷۵ء)

ایسی نظمیں ہزاروں کی تعداد میں ماری ماری پھر رہی ہیں۔ ہومر کی ایلیڈ۔ شیکسپیئر کے ڈرامے۔ غالب کی غزلیں سب اپنے لحاظ سے یکتا ہونگی۔ مگر ان میں کون سی تعلیم ہے۔ کون سا نظام حیات ہے اور بنی نوع انسان کے لئے کون سی رہنمائی ہے؟

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

(۴۲) ایک ایسا شخص جو پڑھا لکھا نہ تھا کیا ایسی بے مثل اور بے نظیر کتاب بنانے پر قادر ہو سکتا تھا؟ اس شخص (حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے اقوال اور اپنی باتیں ہزاروں کی تعداد میں کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں۔ اپنے متعلق وہ خود فرماتے ہیں "انا افصح العرب"

پھر بھی دیکھ لو دونوں کلام یعنی کلام الٰہی اور رسولِ مقبول کا اپنا کلام دو بالکل مختلف دھارے ہیں جو الگ الگ بہتے نظر آتے ہیں۔ اگر قرآن شریف رسول اللہ کا اپنا لکھا ہوا ہوتا تو وہ ضرور بالضرور حقوقِ انسانی کے اس حسین ترین چارٹر کو، ہاں عالمگیر انسانیت کے لئے اس اچھوتے منشورِ حیات کو جسے خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے پکارا جاتا ہے بطور کلام الٰہی پیش کرتے۔ اس عظیم الشان خطبے کے چند فقرے یہ ہیں:-

"ایّھا النّاس ألا ان ربّکم
واحد۔ وانّ اباکم واحد
ألا لافضل لعربیٍّ علی عجمی
ولا لعجمیٍ علی عربی۔ و لا
لاحمر علی اسود ولا لاسود
علی احمر۔ الّا بالتّقوی۔
انّ کلّ مسلم اخو مسلم
وانّ المسلمین اخوۃٌ۔ انّ
دمائکم واموالکم و
اعراضکم علیکم حرام
کحرمۃ یومکم ھذا فی
شھرکم ھذا فی بلدکم
ھذا الی یوم تلقون ربّکم۔"

مستشرقین کا ایک قول

(۴۱) ایک عیسائی آنحضرتؐ کو سکھایا کرتا تھا تو حضورؐ قرآن کریم لکھتے تھے۔ سیل مشہور عیسائی راہب سرگیس (بحیرا)

کا نام لیتا ہے۔ گرویری اور آرنلڈ صاحبان دوسرے نام لیتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تحقیق کے مطابق جس شخص کے مطابق نیلا گمان کیا جا سکتا ہے۔ وہ جبر نامی ایک عجمی عیسائی غلام تھا جو مکہ میں تلواریں بنایا کرتا تھا اس کے متعلق بیہقی اور آدم بن ابی ایاس نے عبد اللہ بن مسلم الحضرمی سے روایت کی ہے جو فتح البیان جلد ۵ اور روح المعانی جلد ۱۴ میں درج ہے کہ یہ شخص لوہا کوٹتے ہوئے جوش میں انجیل بھی پڑھتا جایا کرتا تھا۔ آنحضرتؐ اکثر بازار سے گزرتے ہوئے اس کے پاس کچھ دیر کے لئے رک جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا۔ اِنَّكَ تُعَلِّمُ مُحَمَّدًا یعنی کیا تم محمدؐ کو سکھاتے ہو؟ فَقَالَ لَا بَلْ هُوَ يُعَلِّمُنِي۔ اس نے کہا۔ نہیں بلکہ وہ یعنی محمدؐ مجھے سکھاتے ہیں۔ بس اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں ہوئے ہیں اور انجیل کا عربی ترجمہ ڈاکٹر الیگزینڈر کی تحقیق کے مطابق آٹھویں صدی عیسوی میں جا کر ہوا ہے پھر سوچنا چاہیئے کہ قرآن کریم تو یہودیت اور عیسائیت کی دھجیاں بکھیرتا ہے۔ تو کیا یہودی یا عیسائی لوگ اپنے ہی مذہب کے خلاف عبارتیں بنا کر محمد رسول اللہؐ کو دیا کرتے تھے؟ یہ غلام بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ جو تحکیم آیات میں آتے ہیں وہ تو تھے ہی مسلمان۔

(۳۲) ناظرین کرام! یہ الزام کوئی نیا الزام نہیں ہے یہ تو اسی زمانے میں آنحضرتؐ پر لگ گیا تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے الزام تراشوں کی عقل کا پردہ چاک کرنے کے لئے فرمایا:۔

"وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ"

اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں ایک آدمی اسے سکھاتا ہے جس شخص کی طرف وہ اشارہ کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان ہے۔ (نحل : ۱۰۴)

دوسرا قول

(۳۳) ایک جماعت ہر شام محمدؐ کے پاس جا کر انہیں قرآن بنا کر دیا کرتی تھی۔ معترضین کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص یا گروہ محمدؐ کو قرآن بنا کر دیا کرتا تھا وہ خود اس کا کریڈٹ (Credit) کیوں نہ لیتا تھا۔ کبھی ایک روایت بھی تو ایسی نہیں ملتی جس کی رُو سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ ہم قرآن بنا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ہر قسم کی موافق و مخالف روایات کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہی منافقین بھی موجود تھے اور معترضین بھی۔ کیا کبھی ایک عالمگیر مذہب اس طرح دنیا میں رائج ہوا ہے جس کی بنیاد ہی ریت پر ہو اور جس کی ننکا ڈھانے کے لئے مبینہ طور پر گھر کے بھیدی موجود ہوں۔

(۳۴) ایک بات اور سوچنے کے لائق ہے کہ قرآن کریم میں بہت سی آیات ایسی ہیں جو آنحضرتؐ کے لئے ہتیں یا

نہیں اور آپ پر چسپاں ہی نہیں ہوتی تھیں مثلاً والدین کے ساتھ حسن سلوک والی آیات جن کے مخاطب آنحضرت ہیں (مگر آپ کی معرفت امت کی ہدایت کی خاطر) ایسی آیات محمد رسول اللہ بقلم خود کیسے بنا سکتے تھے؟ سب جانتے ہیں کہ حضور کے والدین چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

تیسرا قول

(۳۴) بیل صاحب ہی کے کہنے کے مطابق مکہ میں کاہنوں اور خطیبوں کے طرز کلام سے متاثر ہو کر محمدؐ نے ابتدائی مکی سورتیں خصوصاً اور باقی قرآن عموماً بنا لیا تھا۔ بیل صاحب تو یورپین ہیں جن کا دست ادراک عربی فصاحت وبلاغت اور کیفیت وندرت کے دامن تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ وہ کیسے یہ فیصلہ صادر فرما سکتے ہیں کہ قرآن مکہ کے کاہنوں اور خطیبوں کے کلام کا چربہ ہے؟ دیکھئے مکہ کے کاہن اور خطیب کیا کہتے ہیں:-

(i) ضماد بن ثعلبہ ازدی جھاڑ پھونک کا کام کرتے تھے۔ یہ سن کر کہ محمدؐ کو (نعوذ باللہ) جنون ہو گیا ہے ازراہ ہمدردی آپ کے علاج کے لئے آپ کے پاس گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تحمید وتوحید سے بات شروع کرتے ہوئے پڑھا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ ان فقرات نے ضماد پر غیر معمولی اثر کیا۔ عرض کیا۔ دوبارہ پڑھیئے آپ نے پھر پڑھا۔ تیسری بار پھر پڑھوایا۔ اب وہ بالکل مسحور ہو چکے تھے۔ بولے میں نے کاہنوں کی باتیں جادوگروں کے منتر اور شاعروں کے قصیدے سنے ہیں لیکن ایسا کلام نہیں سنا۔ یہ تو دریا کی تہہ تک بھی اثر کر جائے گا۔ لایئے ہاتھ لایئے میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔

(سیرت النبیؐ از شبلی)

(ii) ابوجہل اور دیگر اکابر نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمدؐ کی تحریک روز بروز ترقی کر رہی ہے کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا چاہیئے جو جادو، کہانت اور شعر کا ماہر ہو تاکہ معلوم کرے کہ یہ ہے کیا؟ قریش کے مشہور سردار عتبہ بن ربیعہ نے کہا میں یہ سب کچھ جانتا ہوں۔ کہو تو میں جا کر دیکھوں! چنانچہ آستانۂ نبویؐ میں آکر اس نے صلح کی کچھ شرائط پیش کیں۔ آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں سورۃ حٰمٓ سجدہ کی آیات پڑھنی شروع کیں۔ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ جب یہاں پہنچے قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ تو اس نے حضورؐ کے منہ

پر ہاتھ رکھ دیا کہ قرابت کا واسطہ لیں کرو۔ واپس پھرا تو چند روز تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔ ابوجہل نے جا کر کہا۔ کیوں عتبہ! محمدؐ کے ہاں کھانا کھا کر پھسل گئے؟ عتبہ نے کہا تم جانتے ہو کہ میں سب سے زیادہ دولت مند ہوں۔ مجھ کو دولت کی طمع ہرگز نہیں ہو سکتی لیکن محمدؐ نے جو کلام پیش کیا وہ نہ شعر تھا، نہ کہانت تھی اور نہ جادو۔ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔

(۳۵) حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب الفوز الکبیر میں ٹھیک لکھتے ہیں کہ:-

"اگر شعراء کے وزن اور قافیہ میں قرآن مجید نازل کیا جاتا تو کفار بھی خیال کرتے
کہ یہ تو ایسے ہی اشعار ہیں جو عرب میں
مارے مارے پھرتے ہیں اور ان کو کسی شمار
و قطار میں نہ رکھتے .... عربوں کے
پاس بلاغت کے چند میدان تھے جن میں
وہ اپنی فصاحت کے گھوڑے گیٹ
دوڑاتے تھے وہ میدان قصائد، خطبے
رسائل، اور محاورات ہیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر - حالانکہ
آپ امّی تھے ایک خاص اور ممتاز اسلوب
جو کہ ان کے مروجہ اسالیب کے علاوہ
ہے بے شک ایک اعجاز تھا۔"

؎ کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

(۳۶) اب میں عکاظ کے میلے میں پڑھا جانے والا قس بن ساعدۃ کا وہ خطبہ بھی نقل کرتا ہوں جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے قرآن بنانے میں اسی طرز کی پیروی کی:-

"اَیُّھَا النَّاس اسمعوا واَوْعوا
اذا وَعِیْتُمْ فانتفعُوْا۔ انّہٗ من
عاش مات۔ ومن مَاتَ فات۔
وَکُلّ مَاھُوَ اٰت اٰت۔ مَطَرٌ ونبات
ارزاقٌ وّ اقوات۔ وَ ابآءٌ وّ امّھات
وَاحیاءٌ وّ اَموَات۔ وجَمِیْعٌ و
اشتات۔ انّ فی السّماء لخبرا
وانّ فی الارض لعبرا۔ لیل داج
وّسماء ذات ابراج وّبحار ذات
امواج۔ مالی اری النّاس یذھبون
فلا یرجعُون اَرضُوْا بالمقام
فاقاموا۔ ام ترکوا ھناک فناموا
.... وغیرہ وغیرہ"

(کتاب التفسیر ابن مردویہ بحوالہ سیرت النبیؐ جلد سوم صفحہ ۵۲)

پہلی بات تو میرے جیسے ہیچمدان کو بھی نظر آتی ہے کہ تکلف سے عبارت بنائی گئی ہے بلکہ حکمت بلا مقصد اور بلا ضرورت قافیے ملانے کی کوشش کی گئی ہے اور بیشمار حشو و زوائد سے عبارت کو بے لطف کیا ہوا ہے۔ مگر علامہ شبلی نعمانی بھی کیا سچی بات کہہ گئے کہ:-

"یورپ کو فنِ ادب اور روایت میں
مہارت کے لئے ابھی ایک زمانہ درکار ہے
اور جب وہ زمانہ آئے گا تو یورپ کو اپنی
بداخلاقی پر خود شرم آئے گی۔"

(۳۷) اسی خطبے کے متعلق شبلی نعمانی مزید لکھتے ہیں۔ کہ ماہرین کی رائے میں یہ خطبہ قرآن کریم کے نزول کے بعد بنایا گیا ہے کیونکہ یہ "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" کی تشریح ہے۔ قرآن کریم کی طرز پر وعظ و نصیحت کے الفاظ کہنے کا رواج ہو گیا تھا۔ اور اس خطبے کا اسلوب تو قدیم خطبوں کا سا ہے ہی نہیں۔ بنانے والے کی نیت تو نیک تھی مگر معترضین نے بات ہی الٹا دی اور الٹا قرآن کریم کو ان خطبات کا چربہ کہنے لگے۔ مارگولیتھ صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

"قدیم شاعری کا اکثر حصہ قرآن کے اسلوب پر موزوں کیا گیا ہے۔"

چوتھا قول

(۳۸) کیسا نووا کا خیال ہے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعویٰ کیا تو اس وقت عرب کے عیسائیوں میں قرب قیامت کا خیال رائج تھا اس لئے مکی سورتوں میں عام طور پر قرب قیامت کا ذکر ملتا ہے *Mohammad et la fin du monde*۔ یہ بات غلط ہے سورۃ اعراف ۱۸۸ اور سورہ لقمان ۳۴ میں قیامت کی گھڑی سے لاعلمی کا اظہار ملتا ہے اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ پھر یہ بات بھی غلط ہے کہ پہلے قرب قیامت کا خیال زیادہ سرگرم تھا مگر بعد میں حالات تبدیل ہونے پر لاعلمی کا اظہار ہوا کیونکہ سورہ حج ۵۹ میں جو کہ مدنی سورۃ ہے آیا ہے "السَّاعَةُ بَغْتَةً" یعنی قیامت اچانک آجائے گی یا وہ گھڑی (جس سے عذاب بھی مراد ہو سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح بھی مراد ہو سکتی ہے) اچانک آجائے گی۔

(۳۹) اصل میں مکی اور مدنی وحیوں کا فرق اور ان کی حکمت ان فرنگیوں کی سمجھ میں آئی ہی نہیں۔ مکہ میں عقائد کی تعلیم پہلے دی جانی لازمی تھی جس میں یوم آخرت بھی شامل ہے اور پھر "الساعۃ" یا قیامت کا مطلب ہر جگہ معروف یوم حشر بھی نہیں ہوتا جیسے ایک مکی سورۃ قمر کی پہلی آیت ہے۔ "اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" پھر ساتھ ہی شق القمر کا عظیم الشان کشف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ اب یہاں اس سے مراد ملک عرب کے موجودہ نظام کی تباہی اور اس کی جگہ نیا نظام قائم ہونا مراد ہے پس یہ ڈھکوسلہ بھی ناسمجھی کی بنا پر بنایا گیا؟

پانچواں قول

(۴۰) اسی کے بعد بیشتر مستشرقین کی یہ تھیوری ہے کہ مدینہ میں عیسائیوں اور یہودیوں سے تورات اور انجیل کی تعلیمات سیکھ کر قرآن کریم میں شامل کر لی گئیں۔ اس میں نولڈیکے، ویرکا، سیل اور کیسا نووا پیش پیش ہیں۔

(۴۱) قرآن کریم میں یہ تو تسلیم کیا گیا ہے کہ جو کچھ اب اتارا جا رہا ہے یہ پہلے بھی اتارا گیا تھا اور یہ قرآن ان پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے مگر پہلی تعلیمات جو محرّف و مبدّل ہو چکی تھیں یا اُن کا محل استعمال زمانے کے حالات کے لحاظ سے اب نہیں رہا تھا۔ قرآن کریم نے ان کی اصلاح کر دی ہے۔ ذیل میں ایک تقابلی جائزہ دیا جاتا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآنی وحی تورات و انجیل کی غلط باتوں سے *independent* یعنی بری ہے:۔

تورات و انجیل	قرآن مجید
(۱) شیطان نے جو سانپ کی شکل میں تھا۔ حوّا کو پھسلایا اور حوّا نے آدمؑ کو پھسلایا کہ ممنوعہ درخت کا پھل چکھو۔ جس کے نتیجے پر تمام آئندہ آنے والی نسل انسانی میں اسی نافرمانی کا گناہ ورثہ کے طور پر آگیا۔ عورت کو ہمیشہ کے لئے دردِ زہ کی سزا ملی۔ سانپ کو رینگنے کی سزا اور مردوں کو مشقت سے روزی کمانے کی سزا ملی (پھر اس کے بعد کفارہ وغیرہ کا عقیدہ عیسائیوں میں آگیا)۔ پیدائش باب ۳ (خلاصہ اپنے الفاظ میں)	قرآن کریم کے مطابق شیطان نے دونوں کو بہکایا جس کے بعد حضرت آدمؑ کو ایک دعا سکھائی گئی جو قبول فرمائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا (سورۃ بقرہ) (یہ رینگنے کی سزا بھی عجیب ہے۔ کیا پہلے سانپ چلتا تھا یا اڑتا تھا؟ پھر ہزاروں بیکار مرد ایسے ہیں جو مشقت کے بغیر باپ دادا کی کمائی پر بیٹھے کھا رہے ہیں)
(۲) حضرت لوطؑ علیہ السلام کے متعلق گندی شرمناک باتیں لکھی ہیں۔ (پیدائش باب ۱۹۔ آیت ۳۰ تا ۳۸)	قرآن کریم انہیں نبی اور صالح قرار دیتا ہے (الانعام: ۸۵-۸۶)
(۳) لوطؑ کی بیوی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور وہ نمک کا کھمبا بن گئی۔ (پیدائش باب ۱۹۔ آیت ۲۶)	"کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ"۔ وہ پیچھے رہ گئی اور بس۔ (اعراف۔ ع ۱۰) نمک کا کھمبا بننے کی غیر سائنسی بات قرآن میں نہیں ہے۔
(۴) سلیمانؑ کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور سلیمانؑ نے خداوند کے آگے بدی کی۔ سلاطین باب ۴۔ آیت ۱۱)	قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کا بلند مقام دکھایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف بار بار جھکنے والے تھے۔ (سبا: ۱۳)
(۵) تو جادوگروں کو جینے مت دے۔ (خروج باب ۲۲۔ آیت ۱۸)	کوئی ایسی نامناسب اور ظالمانہ سزا نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ جادوگری کی تعریف کیا ہے؟ کیا تعزیری اعتبار سے شعبدے دکھانے والے اور مداری بھی جادوگر شمار ہوں گے؟
(۶) ضدی اور سرکش بیٹے کو سنگسار کیا جاوے۔ (استثناء باب ۲۱۔ آیت ۱۸)	قرآن کریم کی شریعت میں ایسے کوئی ظالمانہ احکام نہیں ہیں۔
(۷) جو اپنے باپ یا ماں پر لعنت کرے وہ قطعی	ماں باپ کا ادب و احترام کرنے کے احکام ضرور

تورات وانجیل	قرآن کریم
مارڈالا جائے۔ (خروج ۲۱/۱۷)	موجود ہیں۔
(۸) ورثے میں پلوٹھے بیٹے کا حق دُگنا ہے اور بیٹیوں کا کوئی حق نہیں۔ (استثناء ۲۱/۱۷)	قرآنِ مجید میں سب بیٹوں کا حق برابر ہے اور بیٹیوں کا بھی حق ورثے میں موجود ہے۔ بیویوں کا بھی ہے (نساء ۱۲:۱۳، ۱۳)
(۹) حضرت موسیٰ جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لائے تو وہ بال بچوں کو چھوڑ کر کوئی ۔۔۔۔۔۶ مرد (چھ لاکھ) تھے۔ (خروج باب ۱۲۔ آیت ۳۷)	یہ تعداد حساب کی رُو سے بالکل خلاف واقعہ، ناممکن اور خلاف عقل ہے۔ بنی اسرائیل جب مصر میں گئے تھے تو ستر تھے (پیدائش باب ۴۶، آیت ۲۷) کس حساب کی رُو سے ۲۱۵ سال کے بعد بال بچوں کو چھوڑ کر ۶ لاکھ یعنی بال بچوں سمیت تقریباً ۲۵ لاکھ ہو گئے ؟ اس کے مقابلے میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ "وَهُمْ أُلُوفٌ" (البقرہ ع ۳۲) یعنی وہ چند ہزار تھے دیکھیے یہ کتنی بڑی تاریخی اور حسابی غلطی قرآن کریم نے درست فرمائی ہے۔ سبحان اللہ!
(۱۰) جب تُو خیرات کرے تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے۔ (متی ۶/۳)	اس کے مقابلے میں قرآنی حکم ہے "سِرًّا وَعَلَانِيَةً" (البقرہ ۲۷۴) یہ حکم زیادہ پُر مصلحت اور پُر حکمت ہے بعض دفعہ ترغیب کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔
(۱۱) اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند آدمی خدا کی بادشاہی میں داخل ہو (متی ۱۹/۲۴)	یہی مثال قرآنِ کریم میں بھی دی گئی ہے مگر یہ کہ "جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو (اعراف : ۴۰) یہ کتنی مناسب اور مبنی بر حقیقت تعلیم ہے!
کیتھ صاحب! حقوق اللہ اور حقوق العباد بجا لانے والا دولت مند کیوں خدا کی بادشاہی میں داخل نہ ہو ؟	

(۴۲) ریلی کے قیدی کیمپ میں ہی راقم الحروف نے ایک بار دس احکام قرآن مجید سے اور دس تورات اور انجیل سے لے کر انہیں ملا جلا کر ایک کاغذ پر لکھ دیا۔ اور ایک ذہین ساتھی کے سامنے جو مغربی طرز تعلیم سے آراستہ تھے مگر مذہبی واقفیت نہ رکھتے تھے۔ پیش کر کے کہا کہ ان بیس احکام میں سے کوئی سے دس احکام پر جو آپ کی فطرت کو زیادہ اپیل کریں اور زیادہ معقول معلوم ہوں نشان کر دیں۔

ناظرین! انہوں نے دس میں سے آٹھ ایسے احکام پر نشان کئے جو قرآنی احکام تھے۔ مذکورہ کے تقابلی نقشے میں ہم نے تاریخی، شرعی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، غرضیکہ ہر قسم کے احکام کا فرق دونوں کتابوں کا دکھلا دیا ہے یعنی بائبل اور قرآن مجید کا۔

ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ قرآنی احکام تورات وانجیل کے غلط احکام کی اندھا دھند پیروی کہاں تک کرتے ہیں؟ لہٰذا یہ الزام غلط ثابت ہوا کہ تورات اور انجیل کی تعلیمات سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن بنالیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۴۳) پادری ویری نے اپنی تفسیر کمنٹری آن دی قرآن میں لکھا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زرتشت کی کتاب ژند سے لی گئی ہے جو کہ "بنام خداوند بخشندہ وبخشائش گر" ہے۔ راڈویل نے لکھا ہے کہ عربوں میں اس سے پہلے بھی رائج تھا۔ راڈویل کا کہنا تو محض غلط ہے کیونکہ عرب لوگ لفظ رحمٰن سے سخت چڑتے تھے۔ باقی یہ ہے کہ حضرت زرتشت خدا تعالیٰ کے نبی تھے۔ مگر ان کی کتاب میں بسم اللہ ہوگی۔ قرآن کریم میں خود آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط ملکہ سبا کے نام لکھا تھا اس میں پہلے بسم اللہ لکھی تھی:۔

"اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ
اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

یہ خوب پادری ویری صاحب نے قرآن کریم سے یہ آیت پڑھ کر اعتراض جڑ دیا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی اپنی کتاب "سخندان فارس" میں لکھا ہے کہ ۵۹۰ء کے لگ بھگ خسرو پرویز کے زمانے میں ساسان پنجم نے کچھ خطوط لکھے تھے جو "دساتیر" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں بھی ہر نامے کے شروع میں ہے:۔

"بنام یزدان ازنشش دہوشے بیدرشت
گمراہ کنندہ بیراہ بد برندہ"

یہ عبارت تعوذ کے مترادف ہے

سورۃ نجم پر اعتراض کا جواب

(۴۴) انسائیکلوپیڈیا کے مرتبین نے بھی لکھا ہے کہ ڈاکٹر سپرنگر نے بھی لکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک بار کفار کے ساتھ بتوں کے معاملے میں اپنے عقائد میں compromise یعنی افہام و تفہیم اور لچک پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چند لوگ حبش سے ہجرت کرنے والوں میں سے آئے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى

یہاں تک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے

"أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝
وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ۝"

تو (نعوذ باللہ) شیطان نے ان کی تلاوت میں یہ الفاظ ڈال دیئے۔ "تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ ختم کی تو سجدہ کیا۔ مشرکوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ کیونکہ ان کو گمان ہوا کہ رسول اللہؐ نے ان کے بتوں کو بھی عزت سے یاد کیا اور یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔

(طبری، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابن اسحاق وغیرہ بحوالہ سیرۃ النبیؐ جلد اول۔ شبلی)

(۴۵) اس روایت پر سرسید احمد خان نے "خطبات احمدیہ" میں مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ جلد اول میں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تفسیر کبیر میں اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین جلد دوم میں تفصیلی بحثیں کر کے اسے محض غلط ثابت کر دیا ہے۔ متقدمین میں سے بھی صاحب 'مواہب اللدنیہ' نے کبار محدثین مثلاً بیہقی، قاضی عیاض، علامہ عینی، حافظ منذری اور علامہ نووی نے اس کو باطل اور موضوع قصہ قرار دیا ہے۔

(۴۶) حقیقت یہ ہے کہ کفار کی عادت تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو شور مچاتے اور اپنی طرف سے فقرے ملا دیتے۔ قرآن مجید کی آیت ذیل اسی ضمن میں ہے کہ کفار کہتے ہیں۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ
الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝

(حٰمٓ السجدۃ)

قریش کا معمول تھا کہ جب کعبہ کا طواف کرتے تو یہ فقرے کہتے جاتے۔

"واللات والعزٰی ومناۃ الثالثۃ
الاخرٰی فانھن الغرانیق العلٰی
وان شفاعتھن لترتجٰی۔"

(معجم البلدان لفظ عزّٰی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورۃ والنجم کی وہ آیتیں پڑھیں تو کسی شیطان (کافر) نے یہ فقرے آپ کی آواز میں ملا کر پڑھ دیئے ہوں گے۔ دور کے لوگوں کو (کفار میں سے) شبہ ہوا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ الفاظ کہے ہیں۔ اور جب اس واقعہ کا چرچا مسلمانوں میں ہوا ہوگا تو لوگوں نے کہا ہوگا کہ کسی شیطان نے آپ کی طرف سے وہ فقرے کہہ دیئے ہوں گے۔ اس واقعہ نے روایتوں میں صورت بدل بدل کر یہ صورت اختیار کر لی کہ شیطان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ لفظ نکلوا دیئے۔ اس کے علاوہ یہ شہادت بھی موجود ہے کہ جب مشرکوں کو معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی۔ (سیرۃ النبیؐ) کیونکہ اس کی پرزور تردید کر دی گئی تھی تو انہوں نے پہلے سے بڑھ کر مسلمانوں کو ستانا شروع کر دیا۔ بخاری میں سورۃ نجم پڑھنے کی روایت تو موجود ہے مگر تلک الغرانیق والی بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ معترضین معتبر کتب کو کیوں لینے لگے وہ تو ضعیف اور غیر معتبر روایتوں پر ہی کھیلتے کودتے ہیں۔

فاتحہ، اخلاص، فلق اور الناس

(۴۷) سیل نے لکھا ہے کہ یہ سورتیں جو کہ ابن مسعودؓ کے

قرآن کریم میں شامل نہیں کی تھیں۔ ہر سورۃ تو کتنا ایک دعا ہے اور آخری تین سورتیں Sort of charms ہیں یعنی جنتر منتر قسم کی کوئی چیزیں ہیں۔ اس لئے یہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ابن مسعود نے اپنے نسخے میں یہ شامل نہیں کی تھیں۔ ان سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا

"لَوْ كَتَبْتُهَا كَتَبْتُهَا مَعَ كُلِّ سُوْرَةٍ" (قرطبی)

یعنی اگر میں لکھتا تو ہر سورۃ سے پہلے اس کو لکھتا۔

ان کا یہ خیال اس بنا پر تھا۔ فاتحہ چونکہ ہر سورۃ سے پہلے ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے اس لئے ان کے خیال میں یہ ہر سورت کا لازمہ تھی۔ بہرحال بعض دعا سورتیں کی وجہ سے انہیں قرآن سے علیحدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس طرح تو تمام ادعیہ القرآن کو قرآن شریف سے نکال دینا چاہئے پھر تو ... Prayers کا سامنا کرنا پڑتا انجیل میں دی گئی ہے انجیل کا حصہ نہیں ماننا چاہئے۔

(۱۸) اب رہا سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا معاملہ تو حضرت ابن مسعودؓ نے ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول منسوب نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود یہ سمجھ لیا کہ چونکہ یہ دعائیں ہیں اس لئے شاید قرآن کریم کا حصہ نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں دو روایات پیش کی جاتی ہیں

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم)

مسلم، ترمذی اور نسائی میں روایت ہے:-

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ آيَاتٌ لَمْ أَرَ مِثْلَهُنَّ قَطُّ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ"

یعنی آج رات مجھ پر ایسی بے مثل آیات اتاری گئی ہیں کہ پہلے کبھی نہیں اتاری گئی تھیں۔ پھر اس کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھیں۔

اس عبارت میں الفاظ "أُنْزِلَتْ عَلَيَّ" غور کے قابل ہیں۔

اسی طرح درمنثور میں ابن مردویہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"مِنْ أَحَبِّ السُّوَرِ إِلَى اللّٰهِ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ"

اس روایت میں صاف طور پر لفظ سُوَر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔ لہٰذا ان روایات سے یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ سورتیں نازل ہوئی تھیں اور انہیں حضور علیہ السلام "سورتیں" کہتے تھے۔

حفاظت قرآن کے ذرائع

پہلا ذریعہ:

۱۹۔ مضمون کے شروع میں تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہے کہ جونہی وحی نازل ہوتی تھی فوراً لکھی جاتی تھی اور اس کے علاوہ حفاظ کو یاد کروا دی جاتی تھی۔ یہ دوہری احتیاط اس بات کی ضامن بن جاتی تھی کہ جو بھی نازل ہو

محفوظ و مامون رہے

دوسرا ذریعہ:

(۵۰) قرآن کریم کو حفظ کرنے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ تلاوت کرنے میں روزانہ التزام برتا جاتا تھا۔ نمازوں میں قرآن کریم کے حصے پڑھے جاتے تھے اسی طرح ہزاروں حفاظ شروع میں ہی پیدا ہو چکے تھے اور آج ان کی تعداد میں لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ کسی اور کتاب کو یہ حفاظت کا سامان میسر نہیں

تیسرا ذریعہ:

(۵۱) قدرتی طور پر قرآن کریم کا اسلوب ایسا رواں ہے کہ یاد کرنے میں بہت ہی آسان ہے۔ یہ بات بھی کسی اور زبان یا کتاب میں نہیں پائی جاتی یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کو کچھ نہ کچھ آیات ضرور حفظ ہوتی ہیں۔

چوتھا ذریعہ:

(۵۲) مسلمانوں میں علم کا رواج بہت زور پکڑ گیا۔ تحریر اور لکھنے لکھانے کی کثرت ہوئی۔ کتب خانے تھے جن میں چھ چھ لاکھ تک کتابیں ہوتی تھیں۔ اس طرح سے قرآن کریم کے ہزاروں لاکھوں نسخے ہر جگہ دنیا میں پھیل گئے۔

پانچواں ذریعہ:

(۵۳) ایسے ممالک کی کثرت تھی جو عربی زبان بولتے تھے اس لئے اگر کسی ملک میں کوئی تغیر و تبدل کرنے کی کوشش کرتا تو پکڑا جاتا۔ اسی طرح سے ایک قسم کی نگرانی بہت سی جگہوں پر ہوتی رہی۔

چھٹا ذریعہ:

(۵۴) تراجم کے ساتھ عربی متن بھی لازماً لکھا جاتا تھا۔ ابتداءً رسم الخط تک کی حفاظت کی جاتی تھی۔ چنانچہ لفظ رحمت آج تک ہر قرآن میں لمبی ت کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ عام عربی میں گول ۃ سے لکھی جاتی ہے

ساتواں ذریعہ:

(۵۵) رمضان شریف میں حضرت جبریل علیہ السلام پورے قرآن کا دور کروایا کرتے تھے آخری رمضان میں تو دو بار کروایا تھا۔ شروع سے ہی امت مسلمہ میں رمضان میں قرآن مجید کے دہرانے اور سنانے کا غیر معمولی رواج موجود ہے

آٹھواں ذریعہ:

(۵۶) اس ذریعہ پر فخر تو نہیں کیا جا سکتا مگر جیسے کہتے ہیں کہ ؎ عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد مسلمانوں میں اختلافات رونما ہو گئے جس کی وجہ سے ہر فرقہ اور جماعت کے لوگ ایک دوسرے کے کٹر نگران بن گئے اور کسی کے لئے بھی تحریف کرنا ناممکن ہو گیا۔

مخالفین کی آراء

(۵۷) شروع میں خاکسار نے عرض کیا تھا کہ باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے بالآخر مخالفین کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے کہ قرآن کریم آج بھی وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا۔

ذیل میں بعض مستشرقین کی کچھ آراء درج کی جاتی ہیں:-

(الف) مارگریٹ وان سٹین لکھتی ہیں:-

"اگرچہ تمام مذہبی صحائف خدا کی طرف سے نازل ہوئے۔ تاہم صرف قرآن ہی ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی رد و بدل نہیں ہوا۔"

[illegible]

(ب) ہارٹ وِگ ہرشفیلڈ۔

"عہدِ حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس اصلی نسخے کا ہوبہو عکس ہیں جسے (حضرت) زیدؓ نے لکھا تھا اور قرآن کا متن بعینہٖ وہی ہے جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیا تھا۔"

(Researches into the Composition and Exegesis of Quran)

(ج) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔

"یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں جو قرآن کے اندر بعد میں اضافہ جات وغیرہ ثابت کرنے کے لئے کی گئی تھیں قطعاً ناکام رہی ہیں"

(KORAN زیرِ لفظ)

(د) سر ولیم میور:۔

"اس کے لئے داخلی اور خارجی ہر قسم کی ضمانت موجود ہے کہ ہمارے پاس قرآن کا بعینہٖ وہی متن موجود ہے جو خود محمدؐ نے دیا تھا اور خود استعمال کیا تھا۔

(Life of Muhammad)

(ر) کتب محمڈن ازم:

"مختلف قرأتوں کو ایک ساتھ وقت تلفظ اور اعراب کو معیاری بنا دیا گیا تھا جو کہ مکہ کے لحن پر قائم کیا گیا۔ مگر یہ بات اچھی طرح سے طے شدہ ہے۔ محمدؐ کا اصل متن انتہائی درستی کے ساتھ قائم رکھا گیا۔"

خلاصہ اور تتمہ

(۵۸) ناظرینِ کرام! قرآنِ عظیم پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات خاکسار نے اپنی بساطِ علم و مطالعہ کے مطابق دینے کی کوشش کی ہے۔ پورے مضمون میں آپ نے یہ محسوس کر لیا ہوگا کہ مستشرقین نے اپنے اعتراضات اور آراء کی بنیاد اپنی خود ساختہ تھیوریوں، عربی زبان سے ناواقفیت اور کمزور و نادرست روایات پر رکھی ہے مگر پھر بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ جو قرآن آج ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ بعینہٖ وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و مقدس ہاتھوں میں تھا۔ مبارکباد کی مستحق ہے امتِ محمدیہؐ جس نے اس گراں بہا خزینے کی حفاظت کا حق ادا کر دیا اور دنیا کو مستند رکھنے کے لئے اس تحدی کو دہرا دی

خاکسار کی اہلِ علم و فضل بزرگوں سے عاجزانہ درخواست ہے کہ خاکسار کی مزید رہنمائی کے لئے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں نیز دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام اور پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے اس عاجز کا سینہ منور فرمائے۔ کہ:۔

؎ درمیانِ بحیتگانِ عشق او خامم ہنوز

○

قانون کی پابندی اور صاحبِ اقتدار کی اطاعت ہر احمدی مسلمان پر فرض ہے

ہر احمدی اپنے ملک کا وفادار شہری ہے

حضرت امام ہمام سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا حقیقت افروز خطبہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۵ رجون ۱۹۷۶ء کو خطبہ جمعہ میں قرآن مجید کی آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۶۰) کی پر معارف تفسیر کرتے ہوئے احبابِ جماعت کو ان اہم شہری ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلائی جو ملک اور وطن عزیز کی طرف سے ان پر عائد ہوتی ہیں۔ حضور نے بتایا کہ یہ ذمہ واریاں مختلف قسم کی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو ہر ملک کے ہر شہری کی حیثیت سے عائد ہوتی ہیں۔ مگر کچھ وہ ہیں جو شریعتِ اسلامیہ نے مسلمانوں کے لئے بطور خاص مقرر کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے باہر جو ذمہ داریاں مقرر کی گئی ہیں وہ سب ناقص اور نامکمل ہیں۔ اسلام نے ہی شہری ذمہ واریوں کی طرف احسن اور مکمل رنگ میں توجہ دلائی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ:-

(۱) اسلام کا یہ حکم ہے کہ کسی رنگ میں بھی کسی فساد میں ہرگز حصہ مت لو (۲) نہ صرف یہ کہ خود کسی فساد میں حصہ نہ لو بلکہ ہر احمدی مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ دوسروں کو بھی فساد سے روکے اور ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرے جو مکمل امن و امان پر مبنی ہو۔ (۳) ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ ملک کے قانون کا احترام کرے اور اس کی پوری طرح پابندی کرے۔ (۴) نہ صرف ملکی قانون کی پابندی ایک احمدی مسلمان کا فرض ہے بلکہ اسے ان لوگوں کی بھی اطاعت کرنی چاہیئے جنہیں قانون نے صاحبِ اختیار و اقتدار بنایا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ہماری جماعت کا شروع سے لے کر آج تک یہی مسلک رہا ہے کہ اس نے قانون کی ہمیشہ پابندی کی ہے اور حکام سے تعاون کیا ہے۔ ظلم کے مقابلہ میں ظلم کرنے سے تو ایک ایسا چکر شروع ہو جاتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الٰہی جماعتیں ظلم جھیلنے کے باوجود ظلم سے ہمیشہ اجتناب کرتی ہیں اور اس سلسلہ میں وہ ہمیشہ ایک سدِّ سکندری ثابت ہوتی ہے۔

(۵) ہر ملک کا ہر احمدی اپنے ملک کا وفادار شہری ہے۔ وہ ملک سے غداری کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا بلکہ ہمیشہ اپنے وطن کی بہتری اور خیر خواہی کے جذبہ سے معمور رہتا ہے۔ اور چونکہ وہ قبولیتِ دعا کا بارہا تجربہ اور مشاہدہ کر چکا ہے۔ (جس سے بالعموم دوسرے لوگ محروم ہیں) اس لئے وہ اپنے ملک کی بقا و استحکام اور ترقی کے لئے دیگر کوششوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے در کو بھی کھٹکھٹاتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ وہ ضرور اس کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے گا۔ پس ملک کے لئے دعائیں کرنا ہماری خصوصی ذمہ داری ہے۔

آخر میں حضور نے دعا فرمائی کہ خدا تعالیٰ ہر احمدی کو اُس کی ان اہم شہری ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ملک میں ایک ایسا حسین معاشرہ اور ماحول پیدا ہو جائے جس میں کوئی مظلوم نہ رہے۔ ہر شہری کو اس کے تمام حقوق حاصل ہوں اور اس کے نتیجہ میں ہمارا ملک خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے ترقی کی شاہراہ پر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے۔ آمین!

(بشکریہ الفضل ۲۶ جون ۱۹۷۶ء صفحہ ۱-۶)

اسلام کی روز افزوں ترقی
کا آئینہ دار
ماہنامہ تحریک جدید ربوہ
آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور
غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں
چندہ سالانہ
پانچ روپے
(مینیجنگ ایڈیٹر)

روزنامہ الفضل ربوہ
ہمارا، آپ کا اور سب کا اخبار
اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے روح پرور خطبات، علماء سلسلہ کے اہم مضامین بیرونی ممالک میں جماعت کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شامل ہیں۔ آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فریضہ ہے
(مینیجر الفضل ربوہ)

الفردوس

انارکلی میں لیڈیز کپڑے کیلئے

آپکی اپنی دکان

الفردوس

۸۵ - انارکلی لاہور

مطب

فون نمبر ۴۸۴۴

اپنی جملہ طبی ضروریات اور طبی مشورہ کے لئے ہمارے شفاخانہ اور مطب کی طرف رجوع کریں۔ اوقات صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک، شام ۴ بجے سے ۸ بجے تک۔ باہر کے احباب مفصل حالات ہماری لکھ کر مشورہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حکیم عبد الحمید ابن حکیم نظام جان

چوک گھنٹہ گھر۔ گوجرانوالہ

ہر قسم کا سامانِ سائنس واجبی نرخوں پر خریدنے کیلئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ لاہور کو یاد رکھیں!

فون: ۶۴۵۰۰-

احمدیہ ٹریول ایجنسی

امریکہ، ہالینڈ، مغربی جرمنی، ڈنمارک، لندن، سوئٹزرلینڈ اور مڈل ایسٹ کے لئے ہوائی اور بحری رعائتی ٹکٹوں کی بکنگ، نیز ویزا کے حصول کے لئے

کیجئے

آج ہی رجوع فرمائیں!

انڈس ٹریول سروس

ٹرانسپورٹ ہاؤس بالمقابل فلیٹی ہوٹل - لاہور

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
HOT
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ لاہور

Monthly AL-FURQAN *Rabwah*
JULY, 1976 Regd. No. L 5708

آپ

اپنی ضروریات کے لئے

میسرز بشیر اینڈ کمپنی

کی خدمات حاصل کریں

◄ ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز ►

گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیدار برائے ملٹری ، ریلوے ، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون ، واپڈا اور دوسرے

تیار کنندگان ہارڈویر - تعمیری میٹیریل - ہر قسم کا جوڑ والا اور بغیر جوڑ کا پائپ - ٹیوب - کھمبے - کاسٹ آئرن - اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان. . . .

سٹاکسٹ اینڈ سپلائرز آئرن اینڈ اسٹیل - جی ، آئی شیٹ - پلیٹ (چادر) - کنڈے والی تار - ہر قسم کا میٹل - زنک - لیڈ - ٹین - تانبہ او ور پلمبنگ کا ہر قسم کا سامان. . .

ہیڈ آفس :

حمید منزل نمبر ۸۹ انارکلی لاہور (فون ۵۲۷۸۳)

برانچیں :

لوہا مارکیٹ ، لاہور

77, KMC گارڈن مارکیٹ ، لارنس روڈ ، کراچی

(فون ۷۸۵۶۴)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -